(۲۸۶)

الرجال قوامون علی النساء بما فضل اللہ بعضہم علی بعض

مرد صاحب فضیلت (حاکم) ہین عورتون پر اسواسطے کہ بڑائی دی اللہ نے ایک کو ایک پر

وبما انفقو من اموالہم۔ فالصلحت قنتت حفظت

اور اسلیئے بہی کہ خرچ کئی اونہون نے مال اپنے۔ پس نیک بیبیان حکم بردار وفادار ہین ظاہر و

للغیب بما حفظ اللہ

باطن خبرداری کرتی ہین۔ اللہ کی خبرداری سے

اخلاص العروس

حصۂ دوم

جسکو

جناب مولوی سید مہدی الزمان صاحب نقوی الجایسی وکیل الہ آباد

بن مولوی سید مومن جان صاحب مرحوم نے ازدواجی طرز معاشرت کا

اخلاقی نمونہ اپنی زوجۂ مرحومہ کے یادگار مین تحریر کیا۔

(دفعہ اول) سنہ ۱۹۱۶ع (۱۰۰۰ جلد)

قیصر ہند پریس الہ آباد مین باہتمام محمد فصیح اللہ مینجر چہپا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حمد کامل ہے اوس خالق عالم کے لئے جسنے تمامی موجودات کو پیدا کرکے انسان کو اشرف المخلوقات قرار دیا اون مین عقل وشعور کا مادہ عطا کرکے مدنی الطبع بنایا اور فطرت انسانی کی کچھ اس حکمت سے محبت کے سلسلہ مین شیرازہ بندی کی کہ اس دفتر عالم مین ہر فرد دوسرے سے وابستہ ہے اور ایک کا وجود دوسرے کے قیام کا محتاج ہے۔ بقول حسن۔

بنی آدم اعضاے یکدیگر اند	کہ در آفرینش زیک جوہر اند	
چو عضوے بدرد آورد روزگار	دگر عضوہا رانہ ماند قرار	

درحقیقت ہمدرد انسان کا وجود وہ نعمت خداوند اکرم اور وہ صنعت خلاق عالم ہے کہ جسکی وجہ سے دنیا مین جو دار محن مثل اوس قیدخانہ کے ہے جسمین مشقت تقریری بھی ہو انسان اپنی زندگی بہشت کی طرح گذار لیتا ہے بلکہ بعض اوقات بہشت پر بھی ترجیح دیتا ہے۔ ہم پر کیا منحصر ہے ہمارے جد المعظیم حضرت آدم علی نبینا علیہ السلام جب خلد برین کو چھوڑ کر روے زمین پر تشریف لائے تو بہت روئے پیٹے چلائے لیکن جب خدا نے ہمدرد انسان کی نعمت عطا کی تو اونکا بھی غم غلط ہوگیا اسلئے یہ نعمت سب سے بڑی عظیم نعمت ہے مگر بندہ خدا کی دی ہوئی نعمتون کا کیا معاوضہ ادا کرسکتا ہے۔ بجز اس کے کہ سچے دل سے شکر ادا کرے اور شکر ادا کرنیکا یہ طریقہ محبوب نہین ہے جیسا فرعون گوشہ تنہائی مین کیا کرتا تھا بلکہ اصلی شکرگذاری وہ ہے جو بالاعلان کرکے دوسرون کو ترغیب دیجائے۔

عام لوگون کا قاعدہ ہے کہ انسان کی ذات پاک مین جو خوبیان ہین اونکو اوسکی زندگی مین نگاہ غور سے نہین دیکھتے بلکہ زیادہ تر عیوب پر نظر رکھتے ہین بقول دلگیر قبح کے دیکھنے والے تو بہت ہین دلگیر ؎ پر یہان حسن شناسان سخن تھوڑے ہین

جب حسن شناسان سخن تھوڑے ہین تو حسن شناسان سخن گر تو اور بہت تھوڑے ہین۔ غالباً اسکی وجہ یہ ہے کہ انسان کی خوبیان عام عادات کے ساتھ اس طرح ملی جلی رہتی ہین جیسے دیگر مادّیات مین ہیرا۔ اسلئے تاوقتیکہ نگاہ ایسی غایت بین نہ ہو کہ جان کندنی کرکے ذرہ ذرہ علٰحدہ کرکے سارے مادّیات کی خاک کو چھان کر اپنا جوہر مقصود نکال لے صفات انسانی کا اچھی طرح سے امتیاز نہین ہو سکتا۔ جسطرح سے کان کندن واقفیت و محنت پر منحصر ہے اسطرح سے صفت انسانی کا دریافت کرنا تذکیہ نفس و چشم بصیرت پر موقوف ہے کیونکہ جو شخص لعل و جواہر کی شناخت نہین رکھتا کیسے تلاش کریگا اور کیا تلاش کریگا۔ اسیطرح سے جس نفس مین چشم بصیرت اور جوہر انسانی کا امتیاز نہین وہ کیسے دیکھیگا اور کیا دیکھیگا؟

لہذا دوسری وجہ ان کتابون کی لکھنے کی یہ ہے کہ مین اپنے بھائیون کی توجہ تذکیہ نفس اور چشم بصیرت کی وا کرنے پر مبذول کرون جس سے فطرت انسانی کے خوبیون کے قدر و اندازہ کرنے کی عادت کے ساتھ اپنی ذات مین حُسن اخلاق پیدا کرنیکی خصلت ہو کر شکر خالق عالم ادا ہو جو بہترین عبادت ہے جسکے لیے خلقت ہوئی ہے خالق عالم خود ارشاد فرماتا ہے۔

"مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ" ہمنے نہین پیدا کیا جن و انس کو مگر عبادت کیلئے" عبادت کو صرف روزہ نماز رکوع و سجود پر منحصر سمجھنا عین کوتاہ نظری ہے اپنے اور ابنائے جنس کے نفوس کو پہچانکر خالق عالم کی قدرت و صنعت کی معرفت حاصل کرکے شکر نعمت ادا کرنا عین عبادت و خاص بن گی ہے۔

چنانچہ میرے دل مین یہ فرض ہمیشہ جاگزین رہا جیسا کہ مینے اس موضوع مین اپنے والدین کے متعلق بھی کتابین لکھی ہین جنکے اشاعت کا ابھی موقع نہین ہوا۔

اس کتاب اخلاص العروس کے حصہ اول لکھتے وقت مجھے یہ اندیشہ تھا کہ خلاف مذاق عام ہونیکی وجہ سے شاید اس قسم کے مضامین کو لوگ بری نظر سے دیکھین

لیکن تجربہ سے معلوم ہوا کہ اچھا خیال ہمیشہ اچھا خیال ہے ناظرین نے اوسکو قدر
اور عزت کی نگاہ سے دیکھا اور گو کہ مضمون خاص تھا لیکن عام دلچسپی ظاہر ہوئی تا اینکہ
زمانہ نے اوسی مضمون پر نظر ثانی کا موقع دیا اسلئے یہ حصہ درحقیقت اوسی ابتدائی
خیال کے تکمیل کے لئے لکھا گیا ہے۔

ناظرین اسکو محض ایک معمولی فرد انسانی کی داستان نہ سمجھینگے کیونکہ یہ طوطا
کہانی نہین لکھی گئی بلکہ جیسے پہلے حصہ مین انسانی فطرت اُسکے مختلف جنس کے فوائد۔ طرز
معاشرت کے اصول۔ شادی کی ضرورت۔ نسبت کا طریقہ ہند۔ وستان اور دیگر
ممالک سے فرق اور اوسکے نتائج۔ میان بیوی کے برتاو۔ باہمی محبت سُسرالی زندگی
ساس بہو کا برتاو۔ نئی دولہن کے انداز۔ خانگی انتظام کی حقیقت۔ اولاد کی
ضرورت اوسکو پرورش کے طریقے علالت موت غرضیکہ خانگی زندگی کے تمامی
ضروریات کے اصول کو دکھلا کر واقعات سے سہل الوصول کرکے دکھلایا ہے
ویسا ہی اس حصہ مین بھی خانگی معاشرت کی بہتر مثال پیش کی گئی ہے اور اوسکے
ساتھ عورتون کے حقوق اونکی ناقدری محبت کا فلسفہ بیوی کی محبت اور اوسکا
جدائی دوسری شادی کی زحمت استخارہ کے اصول اور اوسکو مصلحت سوتیلی
مان اور بچونکے برتاو تعلیم نسوان پردہ خط و کتابت اور اوسکے موانع دنیاوی
زندگی کی مسرت ساز و سامان مین مشغولیت تمدنی زندگی زندگی کی کامیابی
ہر مضمون پر واقعات کے ساتھ اخلاقی فلسفہ کے اصول اس طرح سے عرض
کئے گئے ہین کہ عورت اور مرد بڑے چھوٹے لڑکے لڑکیان سب کے لئے انشاء اللہ دلچسپ و
اور مفید ثابت ہوگی۔

ازبسکہ اصل اس کتاب کی محبت و اخلاص پر ہے جسکو اوپر تمامی معاشرت
زندگانی کا مدار ہے اور اوسکی متعلقات سے بحث کی گئی ہے لہذا اخلاص العروس
سے زیادہ مناسب کوئی نام موزون نہین ہے امید ہے کہ ناظرین دعاے مخلصانہ
سے دریغ نہ فرماینگے۔ راقم ۔۔۔ خاکسار حمدی ۲۳ دسمبر سنہ ۱۹۱۵ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جب کہ تجھ بن نہین کوئی موجود	پھر یہ ہنگامہ اے خدا کیا ہے
یہ پری چہرہ لوگ کیسے ہین	عشوہ و غمزہ و ادا کیا ہے
کشش زلف عنبرین کیون ہے	نگہ چشم سرمہ سا کیا ہے

غالبؔ

دنیا مین جو لوگ بیوی کا وجود صرف فطرتی اغراض کے لئے سمجھتے ہین اونکے نزدیک تو اوسکی موت کا غم اتنا ہونا چاہیئے جتنا ایک ذریعہ فراہمی سامان آسایش زندگی کے فوت ہوجانے سے فطرت انسانی کو ہوسکتا ہے! وہ حالات اور حیثیت کے لحاظ سے مختلف ہے کسیکو تو اوس سے بہتر صورت پیدا ہوسکتی ہے کسی کے لئے وہ حالت موجود ہونا اشکال مین سے ہے اور کسی کے لئے حالات زمانہ نے اب ویسی شکل ناممکن کردی ہے! ان صورتون سے پہلے کو تو اپنی صورت اطمینانی کے مٹ جانے کا خیال اور اوسکے بہم رسانی کا تردد مفقود اور حیثیت کے مطلق رنج دہ ہوگا دوسرے کو ایسی نعمت کے ہاتھ سے جاتے رہنے کا جسکا معاوضہ نہین ہے افسوس لاحق حال رہیگا اور تیسرے بیچارہ کے لئے تو گویا دنیاوی مسرتون کا دروازہ ہمیشہ کے لئے مسدود ہوگیا بقول امیر مینائی

جب دل نہ رہا امید کیا ہو ✻ جڑ کٹ گئی نخل آرزو کی

اگرچہ بالجملہ مصائب متذکرہ بالا بھی کچھ کم تکلیف دہ نہین ہین تاہم ایسے دشوار نہین جنکو انسانی طبیعت برداشت نہ کرسکے اور اسیوجہ سے عوام مین یہ خیالات دل نشین ہورہے ہین کہ بیوی یا میان کی وفات کا صدمہ ایسا غم نہین ہے جسکی تلافی نہ ہوسکے اس لئے وہ چندان قابل افسوس نہین اور غالباً ایسے ہی خیالات کی بموجب اکثر بامذاق اصحاب کے زبان زد کسی بالہوس یا ظریف کا یہ شعر رہتا ہے

	کہ تقویم پارینہ نایدبکار		زن نو کن اے دوست در ہر بہار	

خوب۔ اسی پر اکتفا نہین ہے بیوی تو بیوی ہے بلکہ میان کے جدائی کے صدمہ کا راگ اس مذاق مین ہندوستانی جوگی گاتے پھرتے ہین جنکو سنکر بازاری عورتین بھی شرماتی ہونگی تو پھر گھر والی بیزبان بی بیون کے مہر و محبت سے بھرے ہوے دل پر تو اوس سے جو چوٹ پہونچتی ہو وہ کم ہے۔ غالباً ہر شخص نے کسی داسی جوگیونکو اپنے کنگری یا ستارہ پر اس قسم کے عبرت خیز دوہی گاتے ہوے جنسے بیچاری عورتونکی مہر و محبت و وفا کی توہین ہوتی ہے بارہا سنا ہوگا۔ سنئے کہتا ہے۔

راما کیکر و نہ کوئی۔ راما
کاچے بانس کا کھاٹ کھٹولا سن پٹوا کا ڈور
بھائی بھتیجے اس طرح باندھین جیسے نگروا کا چور
ہائے کیسا عبرت ناک شعر ہے۔ زمانہ کی نیرنگی اور دنیا کی بے مہری کی کیسی عبرت خیز تصویر دکھائی ہے۔

یعنی دنیا مین کوئی کسی کا نہین ہے۔
راما کیکر و نہ کوئی راما
یعنی مرنے کے بعد ہی یہ حالت ہوئی کہ کچے بانس کی ٹکٹکی بناکر پٹوا کی رسی سے بھائی بھیجون نے غریب کو اس طرح باندھا جیسا چور باندھا جاتا ہے۔

مائی رووے جب لگ جیوی بہنی رووے چھ ماس
تریا رووے گھڑی ری پھر دا دیکیے پر گھری باس
اب دیکھئے کسطرح حسرت کے ساتھ لوگونکی غم اور سوگ بیان کرتا ہے۔

راما کیکر و نہ کوئی۔ راما
یعنی مان تو زندگی بھر بیٹے کے غم مین روتی ہے بہن برس چھ مہینہ اور بیوی گھڑی بھر روتی ہے پھر دوسرا ٹھکانا تلاش کرتی ہے۔

ارے غضب ہے۔ آدمی کو طوطہ مینا کے اڑجانیکا خیال ہفتون رہتا ہی کتے

بلّی کے مرجانے کا ملال ہہینون مگر اب انتہا ہوئی جسکی اُمید - آرزو - ارمان آسائش و آرام سب خاک مین مل جاتے ہین - نحوست اور بدبختی کے کلنک کا ٹیکہ ماتھے پر لگا دیا جاتا ہے اوسکے لئے گھڑی - پہر کا رونا کہا جاتا ہے اور لطف یہ ہے کہ کہین اور بھی نہین یہ نظمین ہندوستان ہی کے لئے بنائی گئی ہین جہان کی عورتین خاوندا کے پیچھے جل مرتی ہین - ممکن ہے کہ بعض بازاری عورتین اس طبیعت کی بھی ہون لیکن وہ بیوی کی تعریف مین داخل نہین اور پہر شاید کے اوپر کل کا اطلاق کرنا کسفدر ظلم صریح ہے -

میرے خیال مین ہندوستان نے جہان عورتون کے حقوق پر بہت سے عنایتین کین ہین اوسیکا ایک ضمیمہ یہ بھی ہے کیونکہ حقوق تو حیثیت کی بنیاد پر قائم ہوتے ہین - ہندون مین قدیم زمانہ سے عورتونکی حیثیت غلامون سے بدتر قائم کی گئی ہے - رشی نرادا کہتے ہین - سمرتی مین ہے - چارون اُتم ذات مین جو توئی کی سب جائداد پاوے وہی عورت کا بھی مالک ہوتا ہے عورت ترکہ مین تقسیم کیجاتی ہے اور یہی حالت قبل اسلام عرب کے عورتونکو بھی تھی یہ اسلام نے مرد کے برابر عورتون کو درجہ دیا ہے - لیکن باوجود اسکے بھی لوگون نے اپنے خیالات اچھی طرح سے تبدیل نہین کئے تھے اور عورتون کو بلا کسی وجہ کے نامعتبر ہی ٹھہرایا جیسا کہ ایک بڑے تجربہ کار اور مشہور شاعر کا کلام ہے

اگر نیک بودے سرانجام زن ✣ زنان را مزن نام بودے نہ زن

حقوق کے سلب کرنے کے لئے یہ لازم ہے کہ اوسکے نقصانات اور عیب بیان کئے جاوین چنانچہ ہندوستان نے جیسے میان کی جائداد مین کچھ بیچاری کو حق منتقل نہین دیا وہان طبیعتین یہ بھی نہین پسند کرتین کہ اوسکے مہر و وفا کی تعریف بھی ہو جو غالباً اسی پالسی سے ہے کہ عورتونکی بیوفائی اور بیمہری ہر دن کی ذہن نشین اسقدر ہے کہ وہ سوائے فطرتی اغراض کے اونکو کسی قدر اور عظمت کی نگاہ سے نہ

دیکھین۔ پھر جب افسران خاندان اس خیال کے دلدادہ ہوئے تو جوگی اور فقیر اونکی مرضی کے مطابق گیتین گاگر اپنی جھولیان کیون نہ بھرلیجایا کرین۔ غریب بیزبان تریا (بیوی) کے قابو مین کیاہے جو اوسکی مروت ہو گھر بھر کو تھی ڈہر تو مالی کے اختیار مین ہے
ان حسرتناک خیالات کے جاننے سے معلوم ہوتا ہے کہ بیوی کی نسبت چند فطرتی اغراض کے سوا اور کسی قسم کا خیال عام طور سے قائم ہی نہین کیا جاتا جو تمام دنیا کی مہذب قومونکی قانون شرع کے خلاف انسان کی اُن بہترین محسوسات قلبی کی غلط فہمی پر مبنی ہے جسکو محبت کہتے ہین۔

مُحبت ۔ یہ محبت جسکا وجود زاہدان خشک صرف شاعرون کی غزل مین سمجھتے ہین وہ روشنی قلب ہے جسکے نور سے خانہ دل روشن ہوتا ہے اور اوسکی ایک ٹمٹماتی ہوئی لو سے انسان کی حرارت غریزی جو باعث حیات ہے قائم رہتی ہے اور انسانی خلقت پر کچھ موقوف نہین ہے بلکہ تمامی اجسام کے موجود رہنے کے لئے ایک کشش درکار ہے جو جسم کو ایک مرکز پر معین رکھے یہی محبت ہے اور اسطرح سے اسکا اثر تمامی کائنات حیوانات و نباتات بلکہ سارے موجودات مین پایا جاتا ہے بقول میر۔

محبت سے ظلمت نے کاڑھا ہے نور
نہ ہوتی محبت نہ ہوتا ظہور

محبت مسبب محبت سبب
محبت سے آتے ہین کار عجب

محبت ہی اس کارخانہ مین ہے
محبت ہی سب کچھ زمانہ مین ہے

محبت ہے آب رخ کار دل
محبت ہے گرمی بازار دل

محبت عجب خون دل ریز ہے
محبت بلائے دل آویز ہے

محبت سے ہے انتظام جہان
محبت سے گردش مین ہین آسمان

ہاے میر عجب شاعر تھا جو صورت حالات و محسوسات کی لفظون مین کھینچ دیتا ہے

دلپر نقش ہوجاتی ہے اور جسقدر غور کیجئے زیادہ ابھرتی آتی ہے ان شعرومین اگرچہ تخیل ہے لیکن کسقدر واقعیت کا پہلو لئے ہوئی کہ کسی جگہ پر غلط مبالغہ نہین معلوم ہوتا میرے نزدیک کشتگان تیغ محبت وشہیدان خنجر وفا کا کیا کھنا اونکے نزدیک تو عشق ومحبت خداوند حیات وممات ہے اوسکی تعریف ہو ہی نہین سکتی لیکن بروے عقل اہل دل کے نزدیک بھی یہ خداوند حیات نہین تو ایک نمونہ قدرت خدا ضرور ہے جو باعث حیات کائنات ہے اس نظر سے غور کیجئے تو میر تقی کی نظم مین کچھہ بیجا مبالغہ نہین ہے۔

حقیقت مین صانع عالم نے خلقت مین جیسے ایک عجیب کشش رکھی ہے اوسی طرح صنعت انسانی مین وہ برقی قوتین ودیعت ہین جن سے انسان باوجود مختلف الخیال ہونے کے جملہ محسوسات مین ایک ہوجاتے ہین گویا دل بظاہر مین جدا لیکن رگ دل ایک ہے" محض استعارہ نہین ہے بلکہ اثر واقعیت رکھتا ہے۔

لہذا میان بیوی کے جدائی سے صرف یہ سمجھنا کہ ضروریات زندگی مین ایک غرض کی تکمیل کا ذریعہ فوت ہوگیا ایسی بڑی روشنی کو جس سے خانہ دل روشن رہتا ہے نظر انداز کرنا گویا آفتاب عالمتاب کی لمعات نور سے آنکھین بند کرلینا ہے۔ یہ ذریعہ نہین فوت ہوا وہ چیز جس سے آنکھون مین نور دل مین سرور بدن مین طاقت دماغ مین قوت تھی جاتی رہی۔ وہ رگ دل قطع ہوگئی جس سے روح مین تازگی کی ہوا آتی تھی۔ کچھہ عجیب بات ہے آنکھین ہین اور اونمین بصارت بھی ہے لیکن اشیا مین وہ رونق نہین دکھائی دیتے جو پہلے تھی۔ ہاتھ پانون موجود ہین اور مفلوج نہین لیکن وہ لطف نہین محسوس کرتے۔ زبان کام مین ہے لیکن کسی کھانے مین اصل ذائقہ نہین پایا جاتا۔ کانون مین پردہ اور اعصاب مین اثر ہے لیکن وہ بات نہین سنائی دیتی جس سے فرحت ہو۔ غرض کسی بات مین وہ لطف نہین ملتا جو پہلے تھا

انسانی فطرت پر صدمہ جدائی کا اثر

ناظرین مین بھی نوع بشر سے ایک فرد ہون محسوسات

انسانی سے مستثنیٰ نہین ہوسکتا۔ درد دل کس کو بیچین نہین کر دیتا آتش غم
کس کے خرمن صبر کو جلا نہین سکتی۔ غالب کہتے ہین کہ۔

دل ہی تو ہے نہ سنگ و خشت درد سے بھر آئے کیون ٭ روئینگے ہم ہزار بار کوئی ہمین ستائے کیون

غالب تو صرف دست ظلم کے ہاتھون رو رہے ہین مگر اوس درد رسیدہ کے دل سے
پوچھیے جسکو دست بیداد گر نے چھوڑ دیا اور اوس سے لذت ستم ہمیشہ کے
لئے مفقود ہو گئی۔ شعر

خاک اوس دن کو کہ تجھسے ستم ایجاد نہو ٭ ہم تو مر جائین اگر لذت بیداد نہو

محبت کا بھی عجب قانون ہے اور ملک عشق کی بھی نرالی زبان ہے جسمین ستم و بیداد
مسرت و لطف کے معنی مین استعمال ہوتا ہے یا یون کہئے کہ عشق کی بھی عجیب دنیا ہے
جسمین بیداد و ستم مین بھی روح افزا مسرت پیدا ہوتی ہے تو پھر خلق و مہربانی مین
جو بات حاصل ہوتی ہو وہ لفظون مین کیسے ادا کیجا سکتی ہے۔ جن صاحبون نے پہلا حصہ
میرے اخلاص العروس کا پڑھا ہے اب اس بات کا اندازہ بھی مین اونھین کے دلپر
چھوڑتا ہون کہ شمع حریم الفت کی گل ہو جانے سے خانۂ دل مین کیسا اندھیر ہو گیا۔
کیونکہ یہان مجھے اپنی سوانح عمری و محسوسات قلبی کا لکھنا مقصود نہین ہے بلکہ اس
تعلق سے چند وہی واقعات درج کئے جاتے ہین جو بطور تمہید ضروری ہین مین
خدا کا شکر کرتا ہون کہ مینے اپنے درد جگر و اضطرار دل کو دوسرے پر ظاہر نہین ہونے
دیا اس زخم کاری کے کھانے کے بعد ہوش و حواس نہین کھوئے جس سے دیکھنے والونکو
اور بالخصوص میرے قلب کی حالت جاننے والونکو میرا صبر و شکیب دیکھکر تعجب ہوتا تھا۔
کچھ یہ نہین کہ میرے دل پر صدمۂ محبت کا اثر نہین ہوا لیکن مینے اوسکو کسیکو دکھانا
نہین چاہا کہ دوست کیلئے نشان غم اور اغیار کو محل تماشہ ہو۔

خدا نے نہ جانے کس ترکیب سے اس مضغہ گوشت کی جسکو دل کہتے ہین خمیر کیا ہے
کہ نزاکت مین شیشہ سے زیادہ نازک ہے لیکن کیسا ہی زخم کاری ہو زمانہ صبر و شکیب

یا دوسرے لفظون مین کہئے کہ بیجیائی زندگی کا ایسا مرہم لگاتا ہے کہ چند ہی روز مین مندمل ہوکر بس ایک داغ تو ہمیشہ کے لئے یادگار رہجاتا ہے اور پھر یہ اپنی حالت پر برقرار رہتا ہے۔ اور کوئی کیا کرے دلِ حسرت زدہ تو بہت چاہتا ہے کہ فراق یار مین قیامت تک لہو رویا کرے مگر اتنا خون کہان سے آوے۔

ایسا آسان نہین لہو رونا	جی مین طاقت جگر مین حال کہان

عربی شاعر نے کس خوبی سے مہاجرت کے خیال کی غم کو ظاہر کیا ہے

اُطلب بُعد الدار عنکم لتقربوا   وتسکب عیناي الدموع لتجمدا

عنقریب مین تمسے دور گھر تلاش کرونگا کہ قریب ہو جاؤ۔ اور دونون انکھین میری پھوٹ پھوٹ کر ایسا روئینگی کہ آنسو خشک ہو جاوین۔

زمانہ کی بے مہری

غرض یہ ہے کہ کوئی بہت روے زمانہ کب رونے دیتا ہے یہ کیسے ممکن ہے کہ جہان سب اوسکے ہم صحبت دلچسپی ہنسی دل لگی مین مشغول ہین ایک شخص رویا کرے احباب و اغیار سب اوسکا غم غلط کردیتے ہین دوسرونکی خاطر سے وہ دردرسیدہ پہلے تو سکوت کرتا ہے پھر ہمنشینون کی باتون مین آکر اپنا درد بھول جاتا ہے۔ اسی کو دنیا کی بیرحمی کہتے ہین کہ وہان تو ایک بیچارہ اپنے کام جان کو سپرد خاک کرکے آیا ہے دل سے غبار خاطر کیا معنی ہاتھون سے مٹی نہین جھوٹی اور لوگ اوسکی شادی کا تذکرہ کرنے لگے۔ بلکہ اکثر اس سے پہلے جس وقت جانیوالی کی حالت نا امیدی کی سمجھی جاتی ہے تب ہی سے اس مضمون پر تخیل ہونے لگتی ہے۔

مین سچ عرض کرتا ہون کہ جیسے ہی دفن سے فراغت کرکے مین باحال خراب آیا بعض اعزا منہ ہاتھ دھولانے کے لئے دوسرے عزیز کے یہان لائے کچھ ہمدرد عورتین بھی تعزیت کے لئے آگئین اونہین مین سے ایک نے افسوس کرتے ہوئے ایک صاحب کا نام لیکر کہا کہ وہ کہتے تھے کہ لوگون نے میری بابتہ مشہور کیا ہے کہ بیبی مرحومہ سے اونکی آخر وقت مین بحلف اقرار کیا ہے کہ مین دوسری شادی نہ کرونگا

اور اسطور سے گویا وہ ارباب زمانہ کی غلط خبرین مشہور کرنے کی شکایت کرنے لگی
لیکن اسی سلسلہ مین حقیقت مین اوس نے ایک ایسے شخص کا نام لیکر جو نا کتخدا
لڑکی رکھتا تھا میری طبیعت کا اندازہ کرنا چاہا کہ خواہ مخواہ ایک غلط واقعہ سنکر
مین اوسکی تردید کرونگا تو میری رضامندی قیاس ہوجاویگی - لیکن اوسوقت
میری طبیعت کچھ ایسی مردہ تھی کہ مینے اُن نازک خیالیون کی طرف کچھ توجہ نہ کی
نہ کچھ جواب دیا - کچھ عرصہ تک تو میری حالت غم دیکھکر بات دبی رہی لیکن چالیسوین
کے بعد - پھر لوگون کی دریاے ہمدردی کا طوفان بڑھا تو کا ہیکو رُکتا ہے -
عزیز اقارب دوست آشنا جو صاحب ملتے ہین کوئی نہ کوئی تحریک پیش کرتے
ہین - ان باتونکو سنکر پہلے تو میری طبیعت سخت جھنجھلائی لیکن یہ خیال کرکے
کہ جو شخص اپنی نظر مین مہربانی کرتا ہے - اوسکا جواب سخت دینا کفران ہمدردی
احباب ہوگی خاموش ہو رہتا - اسیطرح سے وقت گذرتا گیا - اور یہہ خاموشی
بھی رضا پر محمول کی گئی - اور جب سال بھی ہوگیا تب ادہر لوگون کے اصرار کا ہجوم
دوسریطرف گھر کی حالت خراب اور خانگی لوازمات کی بے انتظامی غرض سب نے
ملکر دوستون کی ہمدردی قبول کرنے پر مجبور ہی تو کیا -
خیال قائم کرنے کے بعد ایک مخمصہ سے تو جان چھٹی تو دوسرے قسم کی اولجھن
پیدا ہوئی یعنی بقول غالب ؎

ہمارے ذہن مین اس فکر کا ہے نام وصال　　کہ گر نہ ہو تو کہان جائین ہو تو کیونکر ہو

جتنے منہ اوتنی باتین جتنے لوگ اوتنی راہین - کوئی کسی کی تعریف کرتا ہے
کوئی بُرائی بتلاتا ہے غرض ہر شخص اپنے اپنے خیال کے مطابق تحریک کرتا ہے -
جسکا نتیجہ یہ ہوا -
کہ اب مین اوس زمانہ کی عافیت کو یاد کرنے لگا جب میری راے کو
رسوخ نہ تھا - والدہ معظمہ نے جس خیال سے مناسب سمجھا اے قائم کرلی مجھے

تعمیل حکم کے سوا کچھ چارہ نہ ہوا۔ اوسوقت تو مین بھی سمجھتا تھا کہ والدہ کی تعمیل حکم مین اپنی آزادی رائے کے خلاف ایک جہاد کرتا ہون اب جو آزادی ہاتھہ مین تھی تو کچھہ کرتے نہ بن پڑتا تھا سارا بوجھہ میری گردن پر تھا اور مین اندھیری کوٹھری مین کوئی راستہ دیکھائی نہ دیتا تھا اسی مثال سے ہمارے مہذب بہائی سمجھین کہ اس ملک مین شادی کے انتخاب کا اختیار لڑکے اور لڑکیون کے ہاتھہ مین کہانتک مفید ہوگا۔

بالاخر جملہ حالات پر غور کرنے سے میری رائے اس بات پر قائم ہوئی کہ جسکے تعلقات کم ہون اور تعلیم پذیر کرنے کا مادہ ہو زعم امارت نہ ہو۔ اوس سے شاید زیادہ اطمینان سے زندگی بسر ہونیکی امید کیجا سکتی ہے۔

لیکن باوجود اسکے بھی کسی پر قطعی طور سے رائے نہ قائم ہو سکتی تھی۔ لہذا اب سے قدرت والے کے مشورہ پر منحصر کیا جسکو اپنے عقیدہ مین علم غیب والا سمجھتے ہین۔ یعنی استخارہ پر بنا کی گئی۔

استخارہ کی مصلحت شادی کا سا اہم تعلق اور استخارہ کے اوپر اوسکا انعقاد شاید آجکل مہذب دنیا اسکو مضحکہ سے دیکھے لیکن باوجود ان خیالات کے بھی مین ساری مہذب دنیا اور تعلیم یافتہ حضرات کے سامنے بھی اس امر کے بیان کرنے سے نہین شرماتا کہ اس سے زیادہ کوئی طریقہ قابل اطمینان ایسی حالت مین نہین ہو سکتا تھا جو لوگ ہماری طرح سے معتقد ہین اور اس استخارہ کو واقعی خداوند تعالی کی مصلحت سمجھتے ہین اونکے لئے تو کوئی دلیل اور حجت درکار ہی نہین ہے۔ البتہ جو لوگ اسکے قائل نہین ہین مین اون سے کہتا ہون کہ دران حالیکہ انسان عالم الغیب نہین ہے کلمہ کی بات نہین جانتا تو وہ کسی ایسے تعلق کو جس سے آیندہ عمر بھر برتنا ہے یقین کی طور سے بہتر امید کیساتھہ کیسے اختیار کر سکتا ہے اور خصوصاً جب کئی صورتین ایسی درپیش ہون جس مین ہماری ظاہری قوت مدرکہ فرق نہ کر سکے تو اونمین سے کونسی شکل آیندہ زندگی کے لئے ایسی پسند کیجائے جسپر کبھی افسوس نہ کرنا پڑے لہذا ایسی حالت مین اپنی

راے کے یکسو کرنیکے لئے بہروسہ اور اعتماد کے ساتھ ایک خاص اور معین طریقہ پر عمل کرکے غیر معلوم قوت سے مدد چاہ کر اطمینان قلب کر لینا احسن طریقۂ عقل و تہذیب ہے اسیکو استخارہ کہتے ہین۔

یہ خیال کرنا بہت بڑی خود پسندانہ بیوقوفی ہے کہ دنیا مین صرف وہی قوتین اور اثار ہین جنکو ہم اپنے اعضاے ظاہری سے محسوس کر سکتے ہین۔ حالانکہ مشاہدہ اور تجربہ سے ثابت ہوتا ہے کہ بہت سی قوتین اور اسباب ایسے بھی ہین جنکی ماہیت کو ہم نہین جان سکتے۔ جن لوگون نے علم مسمریزم پر غور کیا ہے وہ بخوبی جانتے ہین کہ رجوع قلب سے وہ قوت پیدا ہوتی ہے جس سے گذشتہ اور آیندہ کا علم غیب ہی نہین حاصل ہوتا بلکہ ایسے ایسے کام ظاہر ہوتے ہین جو قوت انسان سے باہر ہین اسلئے اگر رجوع قلب ایک مسمریزم کا درجہ ہی سمجھا جائے تو بھی وہ بہت کچھ قابل اطمینان ہے حالانکہ جو شخص خدا پر ہمہ اوصاف اوسکے اعتقاد رکھتا ہے اُس سے اختلاف نہ کریگا کہ جب وہ مجیب الدعوات ہے فرماتا ہے ادعونی فاستجیب لکم "جب تو مجھے پکارے مین مدد کو پہونچتا ہون" تو پھر جو شخص خلوص نیت سے اوسکے اوپر اعتماد و بہروسہ کرکے بیکسی کی حالت مین جب اپنی راے کام نہین دیتی اوسکو پکارتا ہے وہ جو رگ گردن سے زیادہ قریب ہے اس استغاثہ کو سنتا ہے اور جانتا ہے کہ اوسکا نام لینے والا وہ پاک ثمرن (تسبیح) ہاتھ مین لئے ہوئے ہے جیپر اوسکی پاک و مقدس نام کا ورد کیا جاتا ہے۔ اوس سے خواستگار مدد ہے اور اپنے کام کو اوسکے اوپر چھوڑتا ہے۔ اگر آخر مین ایک دانہ ہوگا تو مرضی مولا کا ایما سمجھیگا دو آوینگے تو ممانعت سمجھکر بڑے سے بڑے کام کو ترک کریگا ایسی صورت مین کسی خدا پر عقیدہ رکھنے والے کے ذہن مین تو یہ بات نہین آسکتی کہ وہ قادر مطلق باوجود قدرت رکھنے کے دانہ تسبیح کو اصلی مصلحت کے مطابق ظاہر ہونے کا ایما نہ کریگا اور ایسے بہروسہ رکھنے والے بندہ کو ضلالت اور نقصان مین جانے دے گا

خدا تو ایک بہت بڑی ذات ہے ہم انسانوں سے بھی اگر کوئی شخص اجازت طلب کرے
باوجودیکہ ہم پر کوئی مشورہ دینا واجب نہ ہو تو بھی اگر ہمارے سمجھ مین اوسکا کوئی
نفع یا مضر ہے تو ضرور بتلا دینگے اور جب یہ معلوم ہے کہ ہماری خاموشی کو بھی سائل
سکوت بالرضا سمجھکر عمل کریگا تو لا محالہ مصلحت ظاہر کر دینگے۔ بھلا یہ کس سے ممکن
ہی کہ ایک شخص نابلد اسٹیشن جانیکے لئے دوراہے پر کھڑا ہوا راستہ پوچھتا ہے۔
کہ جناب مین اس راستہ سے اسٹیشن چلا جاؤن؟ اور ہمین یقین ہے کہ اگر ہم جواب نہ دینگے
یا سکوت کرینگے تو یہ شخص اوسکو ہمارا اشارہ سمجھکر اوسی راستہ پر جو بالکل خلاف اور غلط ہے
چلا جاویگا۔ اس صورت مین گو کہ ہمپر کوئی فرض نہین ہے کہ ہم جواب دین نہ ہمنے کوئی
اجرت لی ہے لیکن کیا کسی با اخلاق سمجھدار آدمی سے یہ ممکن ہے کہ باوجود ان سب
باتون کے علم کے زبان کیا آنکھون کو بھی جنبش نہ دے اور اوس بیچارہ فریب وفا
خوردہ کو غلط راستہ پر پریشان ہونے دے۔ میرے نزدیک تو ہرگز ممکن نہین ہے
لہذا اگر خدا حاضر و ناظر ہے اور انسان کی نیت قلوب اور اوسکی مصالح پر عالم ہونیکے
ساتھ تسبیح کے دانوں پر بھی قدرت رکھتا ہے تو یہ کسی طور سے ذہن مین نہین آتا کہ
استخارہ صحیح مصلحت پر نہ آوے اسطرح سے خدا پر عقیدہ رکھنے والے تو کسی نہج سے
استخارہ کی مصلحت سے انکار نہین کرسکتے اور اسی بنیاد پر مین نے اکثر ذی علم اصحاب
مذہب اہل تسنن کو دیکھا ہے جو اہم امورات مین استخارہ پر بنا کرتے ہین۔ رہے
وہ لوگ جو خدا پر اعتقاد نہ رکھتے ہون یا اوسکو ایک قوت غیر اختیاری سمجھتے ہون مثل
نیچری اور دہریہ کے تو اون کے لئے بھی تذبذب خاطر مٹانے کے لئے یہ رجوع
قلب سے استقلال پیدا کرنیکا بہت اچھا ذریعہ ہے۔ تجربہ کہتا ہے کہ یہ طریقہ نہایت
مفید ہے اور مجھے آجتک کبھی استخارہ ایسے امر کے لئے نہین آیا جسمین سوائے فائدہ
کے کوئی مضرت ظاہر ہوئی ہو۔ اگر کبھی کسی کو کوئی ظاہری نقص معلوم ہو تو یا وہ
قصور نیت یا خلاف محل سے ہو گا یا اوسمین کوئی ایسی مصلحت مخفی ہوگی جسکو چشم

ظاہر بین نہین دیکھہ سکتی - غرض استخارہ ہوا اور خدا کی مصلحت ایسی جگہ قرار پائی
جہان میرے سوائے اور کسی کی رائے نہ قائم ہوتی تھی جس سے گو نہ مخالفت کا
سلسلہ رہا - لیکن مین نے یہ سمجھکر کہ اس کشاکش مین اپنی کو کب تک رکھون تاریخ مقرر
کرکے اس جھگڑہ کے ساتھہ اپنی قسمت کا فیصلہ کر لیا - اور آخر کار ہر جون ۱۹۰۸ء
کو جس زندگی کی کتاب کو بند کر دیا تھا اور اوسوقت معلوم ہوتا تھا کہ گویا ہمیشہ کیلئے
دنیاوی اور خانگی تعلقات کا دروازہ بند ہوتا ہے - ڈیڑھ سال بعد دسمبر ۱۹۰۹ء
مین ہمنے اوسی کتاب کے دوسرے باب کا ورق الٹا تو معلوم ہوا کہ ہنوز مبتدی
ہین - بقول غالب -

لیتا ہون مکتب غم دل مین سبق ہنوز ✣ لیکن یہی کہ رفت گیا اور بود تھا

معاشرت کا دوسرا باب

یون دلم بخت خفتہ سے ایک خواب خوش ولی ✣ غالب یہ خوف ہے کہ کہان سے ادا کرون

عقد نکاح - عقد نکاح کا نام شادی رکہا گیا ہے - اسوجہ سے کہ متعاقدین یعنی میان بیوی
کے دلمین ارمان مسرت کا جوش رہتا ہے اور مدت کی قائم کی ہوئی حسرتون اور نفس کی
مراد پوری ہونیکی شادی ہوتی ہے - ہر بات مین ایک دلچسپی ہوتی ہے بھوندی مہمل
رسم مین بھی لطف ملتا ہے - غرض دولہا دولہن دونون کچھہ ایسا بنتے ہین کہ گویا افراط
مسرت و تمکنت سے دولہا صاحب نوشاہ بنے اور دولہن صاحبہ بنی ہوگئین لیکن
یہان ایک دوسری صورت تھی بجائے خوشی کے غم کا وفور اور بجائے دلچسپی کے
ہر بات ناگوار تھی جو ہمین ہوتی نہین گویا مین کانٹو نمین گھسیٹا جاتا تھا - وہ تو مین
اپنے خسر صاحب کی صلاحیت کا شکریہ ادا کرتا ہون جنھون نے سہرہ - مقنع - جامہ -
شاہانہ جوڑا - مہندی اور اسی قبیل کے دیگر مراسم کے بجا لانے پر مجھکو مجبور نہین کیا ورنہ خدا جانے
کیا نوبت ہوتی بھلے آدمی نے دو ٹکے جوڑے نیچے ایک جامہ سہرے والا پڑا نے فیشن کا

دوسرا سادہ اور پٹنے سادہ جوڑا پہن لیا۔ لیکن باوجود اسکے بھی مجھے معلوم ہوتا تھا کہ
گویا کسی جرم مین میری تشہیر کر رہے ہین اور حقیقت مین جرم بیوفائی کا مجرم مین ضرور تھا۔
مجھے یہان اپنی سوانح عمری لکھنا مقصود نہین ہے ورنہ مین اپنی عبرتناک حالت
ذرا تفصیل سے لکھتا جسکا خیال کرنا اب مجھے اسوقت بھی تکلیف دیتا ہے۔ میری اتنی
پژمردگی پر اپنے چھوٹے بچون کے ملال کا خیال اور اوسپر دوسری مان کے ظلم کا اندیشہ
جسکی عام طور سے شہرت ہے اوسی کے ساتھ اپنے عزیز ساس سسر اور سالی
کی برافروختگی اور قیامت خیز تھی۔ بس مختصر یہ ہے کہ اوسوقت بے اختیار میرا جی بھی
چاہتا تھا کہ کسی طور سے سب سہاگ چھوڑ کر کہین ایسی جگہ بھاگ جائے کہ کوئی پھر یہ
صورت نہ دیکھے۔ مگر اب کیا ہو سکتا ہے اب تو بن چکے اور دوسرون کے اختیار
مین تھے دلے بردندش والا مضمون تھا۔ آخر کار کشان کشان مجھے لے گئے اور
عقد کی بیڑیان مضبوط ڈالدی گئین۔

ابتدائی حالات۔ رونمائی کے بعد جو ابتدا مین ظاہری حالات معلوم ہوئے
وہ نہایت مایوسی پیدا کرنے والے تھے یعنی دولہن کو جسکو آیندہ مین بیگمی کے نام سے
یاد کرونگا جیسا کہ حالت حیات مین خطاب کیا کرتا تھا۔ کمسنی کے حالت مین پایا۔ اسلیے
کم تعلیمی اور بے تربیتی کے تمام عادات کے علاوہ جو ہمارے قصبہ کے شرفا مین
پائے جاتی ہے یہ کمسنی کا غیر امتیازی مادہ بھی ہونا چاہیے تھا۔ اتفاق زمانہ سے
ناسوا ان باتون کے بجائے مان کے ایسی عورت جہاندیدہ اور تجربہ کار اون کی
اتالیق تھی جو اسے ضرور محبت کرتی تھی مگر نہ مجھکو یہ محبت پسند تھی نہ اعزا اور برادری
کے لوگ اسکو اچھی نظر سے دیکھتے تھے۔

غرض جملہ حالات کے لحاظ سے ہملوگ معاشرت کے دروازہ پر نہایت حسرت و
ناامیدی کے خیالات کے ساتھ امید وبیم کی حالت مین ملے۔

شادی کے وقت بیگمی کا سن ۱۴ سال کا تھا اور اگرچہ تحفۃ العوام کے اعتبار سے

عورتین نو ہی برس کے سن مین بالغ ہوتی ہین لیکن شاید عرب کے لیے گرم ملک کے لئے یہ حد بلوغ ہو تو ہو یہان تو عام طور سے یہ سن بلوغ نہین ہے۔ اگرچہ بعض عورتون کی تیرہ یا چودہ سال کے سن مین بھی بچہ پیدا ہوا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بات ہر خاص عورت کے قوی اور اوسکی نشو نما پر منحصر ہے۔ تاہم بالجملہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ عموماً پندرہ سال سے کم پر عورت پورے نشو نما کو نہین ہو پہنچتی جسکو رشد کہتے ہین۔ اس لحاظ سے بیگمی گویا اوس درجہ مین تھین جو لڑکپن کا آخری اور شباب کا ابتدائی زمانہ ہے اسلئے پہلا سال جو گذرا وہ نہایت غیر امتیازی کے ساتھہ یعنی اوسوقت تک اصلی محبت کی صلاحیت اوس سادے قلب مین پیدا نہین ہوتی۔ بقول شاعر۔ بالکل اس شعر کا مصداق تھا۔

ہمکو اُن سے وفا کی ہے امید جو نہین جانتے وفا کیا ہے

لیکن محبت کی گرمی ایسی مولف قلوب ہے کہ کیسا ہی سنگ لاخ ہو موم کر دیتی ہے چند ہی روز مین اس مخلوق کی طبیعت کو ایسا سانچہ مین ڈہالنا شروع کیا کہ قابل اطمینان صورت پیدا ہونے لگی اور جس نقصان کا معاوضہ ناممکن تھا اوسکی تلافی کی صورت ظاہر ہونے لگی۔ لہذا بہتر ہوگا کہ جسطرح سے پہلے حصہ مین تغیرات مزاج کے حالات ظاہر کئے گئے ہین اس حصہ مین فطرت انسانی پر تمدنی اخلاق کی تاثیر دکہلائی جاے مزاج کی ساخت۔ بیگمی کے سر سے مان کا سایہ نہایت بچپن سے جاتا رہا تھا اون تو ہر بچہ کے لئے دنیا مین بہترین نعمت ہے۔ مگر لڑکیون کے لئے بالخصوص کیونکہ وہ صرف پرورش کرنے والی ہی نہین ہوتی بلکہ اتالیق اور معلمہ کا بھی کام دیتی ہے اوس سے بہتر دلسوزی اور محبت سے نہ کوئی دوسرا تعلیم کر سکتا ہے نہ اوسکی تعلیم کا اثر ہو سکتا ہے باپ کو اکثر تو چندان بچون سے ویسی دلچسپی نہین ہوتی اور اگر ہو بھی تو موقع نہین اور اگر موقع بھی ہو تو وہ لڑکیون کے طرز تعلیم اور ضروریات سے بھی کم واقف ہوتا ہے۔ لہذا مان کی موت کا بیگمی کے قلب پر جو کچہ اثر ہوا ہو وہ تو ہوا ہی اونکی تعلیم اور تربیت

کو بھی بہت بڑا نقصان پہونچا۔ مان کے علاوہ جو اور اعزا تھے وہ بھی قریب قریب جدا ہو گئے اور اونکی پرداخت ایسی عورت کے ذمہ ہوئی جسکو زمانہ نے بجائے دوسری مان کے قائم کیا۔ اگرچہ وہ بھی اپنے اس فرض کو نہایت دلسوزی اور محبت سے ادا کرنیکی کوشش کرتی تھی تاہم وہ اپنی طبیعت اور تعلقات سے زیادہ ترقی نہ کر سکتی تھی جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ گو صدمات کی وجہ سے دل کے ساتھہ قوی بھی کمزور رہے مگر کام کاج اور اطاعت پسندی کی عادت بڑھی ہوئی اور سچ یہ ہے کہ زیادہ تر یہی خیال تھا جس نے مجھے اس تعلق کے قبول کرنے پر آمادہ کیا تھا۔

بالجملہ گوشوارہ یہ نکلتا ہے کہ جیسا ہمارے یہان کی تمام لڑکیان وہی معمولی حالت اسقدر ترمیم کے ساتھہ کہ رنج اوٹھانے سے دل کمزور اور اعضا نازک واقع ہوے تھے اور باوجود اطاعت پسندی کی تھوڑی سی بات بھی برداشت کرنے مین بڑی مشکل پیش آتی تھی اور ذرا سے رنج مین بہت تکلیف معلوم ہوتی تھی بقول غالب شعر۔

غم کھانے مین بودا دلِ ناکام بہت ہے ۔۔۔ یہ رنج کہ کم ہے مئے گلفام بہت ہے

لیکن اس نہ برداشت کرنے والی طبیعت کے ساتھہ نیکی اور مسکینیت اسقدر شامل رہتی تھی جو اوسکو سرکشی اور خود پسندی کی حد کو نہین پہونچنے دیتے۔ ان وجوہات سے مجھکو ذرا زیادہ توجہ کی ضرورت ہوئی لیکن باوجود ان سب کمزوریون کے قلب مین وہ صفائی اور ملایمیت تھی جس سے بلا کسی عمل کے صرف تھوڑی سی توجہ کے ساتھہ معمول کا قلب ایسا کھنچ آیا کہ اوس سادہ آئینہ مین میری فطرت اخلاق و محبت کی تصویر ایسی صاف اُتر گئی جو کسی طور سے جدا نہ ہو سکتی تھی جس سے بہت جلد وہ مختصر سا جام دل شراب محبت سے اسقدر مملو ہو گیا کہ ہر بات مین محبت ٹپکتی تھی۔

نئی دولہن کی حالت اگرچہ سن اور جسم کی حالت سے بیگمی دولہن بننے کے لئے نہایت موزون تھین لیکن افسوس ہے کہ نہ پر ارمان ساس موجود تھی کہ اپنے بچھڑنا ایسی ہوکے انداز دیکھتی نہ محبت بھری نند تھی جو نویلی بہاوج کے ناز اوٹھاتی نہ چھیتی مان زندہ تھی

جو یہ چونچلے دیکھتی نہ مجھے فرصت تھی کہ مین یہ تماشے دیکھتا۔ تقدیر نے بجائے ساس
نند کے پالا اُنسے ڈالا جو ظاہر مین تو ماں بہن کے درجہ مین اپنے کو قائم کرتی تھین لیکن
نکتہ چینی مین ساس نند کے بھی کان کاٹتی تھین۔ یا اُن غریب لڑکیون کا ساتھ
جو بیٹیون کے درجہ مین تھین لہذا کسی کے مقابلہ مین اونکو دولہن بننے کا استحقاق
نہ تھا تو وہ بیچاری کیا شرماتی۔ اگرچہ ہمارے یہان کی لڑکیون مین یہ مادّہ جلد ہی
ہوتا ہے اور بیگمی کو بھی اوسمین کافی دستگاہ ہونی چاہئے تھی لیکن بیٹے اور زمانہ
نے اوس رفتار پر چلنے نہ دیا بھلا کتنے ہی آدمی جمع ہون اور وہ مُنہ پر ہاتھ دے
ہوئے بیٹھی ہون تو جب چھوٹی بچی مچلتی کہ ہمکو گود مین لیلو تو وہ کیونکر شرم قائم رکھتی
غرض جیسا تیسا قریب ایکسال تک جب وہ زیادہ تر میکے مین رہین دولھنا پا کا سہاگ
نباہا لیکن جب یہان رہنے لگین تو پھر گھونگھٹ کہان چلتا ہے بچون مین۔ اسلئے یہ حالت
بالکل قابل ذکر نہین ہے صرف اسمین یہ بات قابل لحاظ ہے کہ بیگمی نے جو خلاف رواج
اور طبیعت کے میری حالت اور بچون کے لحاظ سے بناوٹ کے نقاب کو اُتار کر طاق
اطاعت مین ڈالدیا اس سے اونکی محبت اور خوش فہمی ظاہر ہوتی ہے غالباً اوسوقت
اونکے سامنے دو صورتین پیش تھین یا شرمیلی بنکر عام لوگونکی واہ واہ یا میری رضامندی
اور بچونکے آرام کو پسند کرین اور بالآخر اونھون نے امر آخر کو اختیار کر کے مجھکو رضامند
اور ممنون کر نیکو عام لوگونکی تعریف سے زیادہ پسند کیا۔

دوسری حالت سسرال مین قیام اس دولہن کی حالت سے گذر کر تھین بلکہ ساتھ ہی اوسکے
ہر لڑکی کو شادی کے بعد ایسی جگہ آنا پڑتا ہے جو بالکل غیر ہے جہان کے رنگ و روپ
سے وہ بالکل ناواقف ہوتی ہے جس سے اوسکو فی الجملہ ایک عجیب قسم کے دقّت سے
سامنا پڑتا ہے غالباً میرے خیال مین اسیوجہ سے دولہن کے لئے شرم کا طریقہ بنایا گیا ہے
کہ جبتک عورت سسرال والون کے رنگ ڈھنگ مزاج۔ طبیعت سے واقف نہ ہولے
کوئی بات نہ کرے ورنہ بدنام کیجاویگی لیکن باوجود اس احتیاط کے بھی مُنہ سے

آنکھ بند کئے رہتی ہے غریب سے کے بیبیون سےکے پھوڑے جانے مین جس سے ابتدا ہی مین جانبین سے دلونمین کدورت کا بیج بوجاتا ہے اور اوس سے بے لطفی و نزاعات کی بہت سی شاخین نکلتی ہین۔

ساس کا وجود نعمت ہے اگرچہ ہندوستان مین یہ ساس بہو کا قصہ ایسا عام ہے جسکو ہر فرد بشر جانتا ہے اور ہر لڑکی کے دل مین ساس و نند کا خوف طاری رہتا ہے جس سے شاید وہ دولہن بہت خوش قسمت سمجھی جائینگی جسکو ساس نند کی اطاعت نہ کرنا پڑے اور غالباً عام لوگ ایسا ہی خیال کرتے ہین مگر میرا تجربہ بالکل اسکی تردید کرتا ہے۔ میرے نزدیک جس دولہن کے ساس نہین وہ مثل اوس غریب بچہ کے ہے جسکی ماں مرگئی ہو وہ بیچارا چپ رہے تو نٹ کھٹ اور روتا ہے تو رونا کھلاتا ہے ہر بات مین نام رکھا جاتا ہے اوسکا جواب کون دے۔ اسطرحسے وہ بیزبان دولہن چپ بیٹھی ہے تو شان بیٹی " بولتی ہے تو بے شرم کہلائی جاتی ہے اب اوسکی حمایت کون کرے۔ جسکے ساس ہوتی ہے تو کیا مجال کوئی غیر آدمی بات تو منہ سے نکالے۔ کچھ بھی نہین بلکہ ساس اپنی نئی بہو کے لئے معلمہ اتالیق اور استانی کا کام بھی دیتی ہے وہ بتلاتی ہے کہ کس کے ساتھ کسطور کا برتاو کرنا چاہئے کون اخلاص کے لائق ہے کیکے ساتھ ظاہرداری کی ضرورت ہے جس سے وہ اپنے سسرالی طبقہ مین ایک خوش اسلوبی کے ساتھ مانوس ہوجاتی ہے۔ بیگمی جبطرحسے بچپن مین اپنی ماں کی عنایت سے محروم نہین بدقسمتی سے ساس کی نعمت سے بھی مستفید نہ ہوئین اور طرہ یہ ہے کہ اسکی عدم کی ساتھ خالی آزادی کی آسائش جو ایسی صورت مین سمجھی جاتی ہے وہ بھی مفقود تھی کیونکہ اگرچہ اصلی ساس و نند نہین مگر اونکی قایمقام لوگ جو دوسرے نام سے تھے اونکے ساتھ نباہ زیادہ سخت اور دشوار تر تھا۔

سوتیلی ماں اور بچون کا برتاو ابتدا مین یہ خطرہ بے لطفی اور مخالفت کا بہت واضح طور سے

ہیبت ناک صورت میں ظاہر ہوا یعنی کچھ لوگ خفگی سے کنارہ کش ہوسکے اور جب
اونمیں کوئی صورت نہ پیدا ہوئی تو بچون کے دل میں نفرت اور مخالفت کے خیالات
جاگزین کئے جاتے تھے لیکن مین نہایت خوشی اور افتخار سے کہتا ہون کہ ادنکی
درمیان مین مخالفت تو درکنار کبھی ایسی بے لطفی بھی نہیں ہوئی جو کیسکو ناگوار ہوتی۔
مین دیکھتا ہون کہ حقیقی مان بیٹیون مین اکثر ناگوار قضئے پیش رہا کرتے ہین
لیکن یہان سوتیلی مان سے باوجودیکہ دونون طرف کمسن اور ناتجربہ کار لوگ تھے لیکن تاہم
کبھی کوئی ملال کی صورت نہیں واقع ہوتی۔ ممکن ہے کہ لوگ اس بارہ مین میرے
طرزِ عمل کی تعریف کرتے ہون مگر صرف میرے برتاؤ کی اوپر کل گھر کی طرزِ معاشرت
کے خوبی کا مدار رکھنا سب اہالیان خاندان کے ساتھ بڑی بے انصافی ہے اسکین
اصلی تعریف بیگمی مرحومہ کی ہے جس صفائی قلب۔ سچے اخلاص اور اصلی پیار کے
ساتھ اونھون نے بچون کے ساتھ برتاؤ کیا میرا دل کبھی اوس احسان سے
سبکدوش نہیں ہوسکتا لیکن ساتھ ہی اسکے ہماری لڑکیون کا طرزِ عمل بھی اسقدر تعجب
خیز ہے جو اُن کے سن کے اعتبار سے خرقِ عادت کیطرح معلوم ہوتا ہے اگر وہ یہ
سمجھتی تھین کہ اب ہماری مان یہی ہین اور انہیں کے مرضی کے مطابق خوشی سے
عمل کرنا چاہیے تو نہایت عقلمندی کی بات ہے جو ایسی کمسنی مین مشکل سے پائی جاتی
تھی۔ اور اگر اونکی طبیعت خود ہی اسطرف مائل ہوجاتی تھی جدھر اس مان کی طبیعت
کا رخ ہوتا تھا تو نہایت خالص محبت کا سبب ہے جو ایسی حالت مین بہت کمیاب
ہے ہادی النسا اور شفیع النسا تو پھر بھی کچھ بڑی تھین لیکن تقی النسا جسکی عمر صرف
تین یا چار سال کی تھی اوسکو دل مین ایسے خیالات جانشین ہوتا بہت تعجب خیز ہے۔
اگرچہ سمجھ کا مادہ ان لوگون کی فطرت مین تھا جیسا کہ جب اونکی مان زندہ تھین
تو ان لوگونکو یہ فطرت تھی کہ اگر کسی بات مین خواہ واقعاً یا مزاجاً میری اور بیگم کے
حکم مین مخالفت ہوتی تو یہ لوگ میرے کہنے کے مطابق کرتے تھے حالانکہ عموماً بچے ماؤنکی

طرفداری کرتے ہین جسپر وہ کبھی کبھی تہین کرباوجود دیکہ ہم دن رات انکی خدمت
کرتے ہین لیکن بیچے آپ ہی کی طرفداری کرتے ہین۔لیکن رب خدا جانے کیا بات
اونکے ذہن مین آگئی تھی کہ اگر کسی بات مین ہمارے اور بیگمی کے درمیان مین
اختلاف ہوتا تو چاہے ہم کیسا ہی اصرار یا مبالغہ کرتے بڑی لڑکی تو ذرا سمجھدار
ہونیکی وجہ سے تامل کرتی تھی لیکن وہ دونون وہی کرتے تھے جو بیگمی کہین خواہ
مناسب ہو یا نامناسب نہین معلوم کس فطرت نے یہ بات نہین اونکو بتلادی تھی کہ تیرے
ساتھ اپنے سے زیادہ اخلاق کی ضرورت ہے اور اونکا قلب اوسپر خوشی سے آمادہ بھی
ہوجاتا تھا۔اوسی کا یہ نتیجہ تھا کہ تھوڑے عرصہ مین لوگونکی مخالفت پیدا کرنیکی کوشش نے
آلٹا اثر کیا یہانتک کہ اپنی خالہ اور نانی اور بالخصوص اس نانی کو جنھون نے ماں کی
زندگی ہی سے بڑی محبت و جانفشانی سے اونکی پرورش کی تھی بلاکسی دباو اور تحریک
کے چھوڑکر بہت خوشی سے بیگمی کے ساتھ الہ آباد چلی گئین اور نہایت آرام اور اطمینان
سے بسر کیا جس سے اُن لوگون کو اس خیال مین ناکامیابی ہوئی کہ بغیر اونکے بیچے نہ
بسینگے اور وہ مجبوراً خود ہی چند روز مین چلی آئینگی۔لہذا میری طرح ہر شخص کے ذہن
مین یہ بات ذرا مشکل سے آتی ہے کہ سوتیلی ماں سے بجائے معمولی نفرت کے خیال
ہونے کے یہ غیر معمولی اخلاق کیسے آیا درانحالیکہ بعض لوگ اوسکے مخالف تعلیم دینے
والے تھے۔یہان یہ صورت بالکل نہین ہے کہ بچے سوتیلی ماں پر چھوڑ دے گئے جسطرح
سے چاہا اوس نے ٹھیک کرلیا بلکہ یہان ہر وقت ماں کے برتاؤ پر نکتہ چینی کرنے
والے موجود تھے دوسرونکا کیا ذکر ہے مین خود بچون سے بیگمی کے متعلق کبھی اچھی
تحریک نہین کرتا تھا بلکہ خواہ مخواہ بھی اونکی عیوب بیان کرکے پوچھا جاتا تھا کہ ان کے
دلونپر اونکا کیسا اثر ہے مگر مینے کسی وقت مخالفت و نفرت کا اثر اونکے قلب پر بیگمی
کی طرف سے نہین پایا بچون کو ہمیشہ حاضر و غائب انکا مداح دیکھا۔کچھ یہ اخلاص صرف
بیگمی ہی تک محدود نہ تھا بلکہ اونکی باپ بھائی کے ساتھ اوس سے زیادہ مخلصانہ

برتاؤ محبت کا ہوتا تھا جیسا اپنے حقیقی نانا اور ماموں سے ہوتا ہے۔

واقعی سوتیلی ماں اور لڑکوں کے درمیان ارتباط بہت مشکل ہے کیونکہ اگر اصلی ماں کی طرح سے دونوں برتاؤ کرینگے تو ضرور مخالفت پیدا ہو جاویگی اسلئے کہ ماں خوش ہوتی ہے تو پیار کرتی ہے خفا ہوتی ہے تو مارتی بھی ہے بچے خوش ہوتے ہیں پیٹتے ہیں روٹھتے ہیں تو ہٹ اور ضد کرکے روتے ہیں لیکن یہاں محبت کے تو خیر کوئی احسان نہیں دوسری ماں نے مارا بچوں نے ضد کی بس خیال پیدا ہو چلا کہ اپنی ماں یا اصلی اولاد ہوتی تو ایسا کیوں کرتی لہذا یہاں محبت کا برتاؤ اور پیار تو اصلی ماں کی طرح سے اور خفگی کا برتاؤ غیروں کی طرح سے ہونا چاہیے کہ اس صورت مین بھی تلطف اور مدار کی صورت ہاتھ سے جانے نہ پاوے۔ یہ بڑی بے نفسی کی بات ہے مگر مین بلا تامل کہتا ہون کہ یہان یہ ماں اور بچے ایسا ہی کرتے تھے جس سے کسی نکتہ چین کو یا مجھکو کبھی کوئی موقع شکایت اور تنبیہ کا نہین ملا۔ جب اس بڑے وحشت ناک خطرہ کی قابل اطمینان صورت پیدا ہو گئی جس پر ہمارے خانگی زندگی کی مسرت کا مدار ہے تو بیگمی کو دوسرے امور مین زیادہ وقت نہ رہی۔ رفتہ رفتہ ذاتی تعلیم۔ خانگی انتظامات مین قابلیت بڑھتی گئی اور خانہ داری طرز معاشرت کے اصول محدود و مستحکم ہوتے گئے۔

ذاتی تعلیم بیگمی کو کچھ پڑھایا گیا تھا لیکن اوسیطرح جیسے بے نگرانی والی لڑکیاں پڑھائی جایا کرتی ہین اونکی نانی جنکو روزہ نماز قرآن کتاب مین بہت دلچسپی ہے قرآن شروع کرایا تھا لیکن بعد ازاں اُن سے علٰحدگی کی یہی صورت ہو گئی اونکی بیچاری دوسری ماں کو بھی بہت شوق تھا کہ بیٹی پڑھی لکھی ہو جاوے جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ قرآن بھی پڑھ لیا کچھ تحفۃ العوام اور مرثیہ بھی دیکھے تھے لیکن عام طور سے عبارت اور خط شکست پڑھنے کا کچھ ربط نہ تھا اور لکھنے مین مطلق دستگاہ نہ تھی۔

کتابت عورتون کیلئے منع تھی ہمارے یہان عام طور سے عورتون کے لئے لکھنا معیوب

سمجھا جاتا ہے اب آجکل تو آنا جانا کے سواے کوئی شدید بھی نہین پڑھتا لیکن
اوس زمانہ مین جب عورتین پڑہتی تھین تو بھی لکھنے کی سخت ممانعت رہتی تھی
میری والدہ معظمہ و دادی اور مولوی نانی یہ لوگ باوجودیکہ عربی و فارسی مین اکثر
مردون سے زیادہ اچھی استعداد رکھتی تھین لیکن لکھنے مین بالکل کوری خط
لکھانے مین اگر ضرورت ہوتی تھی بیٹے اور بھتیجہ کی محتاج رہتی تھین آخر زمانہ مین
جب پردیس اور ڈاک کے جاری ہونے سے بہت ضرورت خط کی پیش آئی تو والدہ
مرحومہ کچھ اٹکل پر لکھہ لیتی تھین لیکن تب بھی پتہ خط پر اپنے ہاتھ سے کبھی نہین لکھا۔
ہماری بھتیجیان اب تک نہین لکھتین اس ممانعت تحریر کی ابتدا مین جو مصلحت خیال
کی گئی ہو لیکن ہمنے عورتون کے ذہن مین تو یہ بات جاگزین دیکھی کہ نامحرم
کی نگاہ اونکی تحریر پر پڑجایگی تو گناہ ہوگا۔ اور اونکو غیر محرم سے اپنی ہر چیز
چھپانا چاہئے اپنی صورت۔ اپنی آرایش۔ اپنی شکل۔ اپنے اعضا۔ اپنی آواز
تو اپنی تحریر کیون نہ چھپائی جاوے۔ اور جس مصلحت سے یہ اصول بنائے
گئے ہین غالباً اوس لحاظ سے کچھ بیجا بھی نہین ہے۔ جب حیوانیت سے صرف
عورت کے خیال کیوجہ سے دل کھنچ جاتا ہے تو جس سلسلہ سے یہ خیال پیدا
ہوتا ہو اُن سب کو قطع کرنا چاہئے۔ جیسا مشہور ہے کہ

نہ تنہا عشق از دیدار خیزد ۔۔۔ بسا کین دولت از گفتار خیزد

کتابت مستورات کیلئے کیون ممنوع ہے لہذا ہماری عورتون کی زبان بند
کی گئی تو پھر نشان خط کیا حیوانیت کے ہیجان مین لانیکی باعث نہین ہوسکتی تو
پھر کیون احتیاط نہ کیجائے۔ اور تحریر کی کیون ممانعت نہ ہو۔؟

لیکن مین عرض کرتا ہون کہ یہ کہان کا انصاف ہے کہ اس حفظ ماتقدم کے
لئے کہ ہماری نفس مین ایک ہیجان کا عارضہ لاحق ہوتا ہے بجائے اپنی نفس کے
اصلاح کے اون کے ہاتھ پاؤن منہ ناک کان۔ زبان قلم تک بند کیا جاوے

وہ اپنی ضرورتون کے لئے محتاج بیٹھی رہین کہ کوئی ملے تو خط کا پتہ لکھا دین تاکہ کہین کسی دیکھنے والے کی حیوانیت کو عورت کی ہاتھہ کی تحریر دیکھکر ہیجان نہ ہو اور کمبخت حیوان کی طبیعت بگڑ نہ جاوے لاحول ولاقوۃ اور یہی ہے تو اسکی کہانتک آپ روک کر سکتے ہین محمل اور محافہ مین دیکھکر خیال پیدا ہو سکتا ہے کہ کوئی معشوق ہے اس پردۂ زنگاری مین - اب اس حیوانیت کا کچھہ ٹھکانا ہے - لہذا انسان کے طرز معاشرت اور تمدن کے ضوابط اور قواعد کا لحاظ ہو سکتا ہے نرے حیوانون کا کہانتک خیال کیا جاوے -

پردہ کا وجوب اور اوسکی غائت اسی وجہ سے شرع نے ایسے قواعد مقرر کئے ہین جس سے ضرورت سے زیادہ کسی نفس کو تکلیف نہین دی لا یُکلفُ اللہ نفسًا الا وسعہا یعنی خدا نہین تکلیف دیتا کسی نفس کو مگر بقدر وسعت کے اسمین عورتین مستثنے نہین ہین یہ صحیح ہے غیر محرم مرد اور عورت کا ارتباط نفس مین بہت سی خرابیون کے پیدا کرنے کا موجب ہے اسلئے شرع نے اُن صورتونکی ممانعت کی ہی جو جانبین مین خیالات خراب پیدا ہونے کا باعث ہو سکتی ہے - شرع کے احکام صرف عورتون کے لئے نہین ہین بلکہ حسب ضرورت دونون کے واسطے ہین - خداوندتعالی سورہ نور پارہ ۱۸ قد افلح المنون مین ارشاد فرماتا ہے

قل للمومنین یغضوا من ابصارہم و یحفظوا فروجہم کہدو مومنوں سے کہ اپنی نگاہین نیچی رکھین اور اپنی شرمگاہونکو بچائین

(یہ تو مرد کے لئے پردہ کا حکم ہوا کہ نظارہ بازی نہ کرو اور احتیاط رکھو)

وقل للمومنٰت یغضضن من ابصارہن و یحفظن فروجہن اور مومن عورتون سے کہدو کہ اپنی نگاہین نیچی رکہین اور شرمگاہونکی حفاظت کرین -

(یہ عورتون کو حکم دیا گیا بعینہٖ یہی جو مردونکو ہے لیکن چونکہ عورتین زیورات اور کپڑے بالخصوص مردون سے زیادہ پہنتی ہین اوس کے لئے خاص حکم کی ضرورت ہوئی -)

ولا یبدین زینتهن الا ما ظهر منها و
لیضربن بخمرهن علی جیوبهن

اور نہ دکہاوین اپنی زینت کو سوائے اسکے جو خود ظاہر ہو اور گریبان سے اوڑھنیونکو اوڑھے رہین -

یہ حکم پردہ ہے کہ گہنا زیور نہ دکہائی پہرین بلکہ اوڑہنی اوڑہے رہا کرین لیکن اگر کوئی چیز باوجود اسکے بھی نہ چھپے اور خود بخود ظاہر ہو تو کچھہ ہرج نہین ہے -

پھر اسکے بعد وہ حکم ہے جسمین اس پردہ کے ساتھہ اجازت دیگئی ہے خاص خاص صورت مین اپنی آرائش کے دکہانیکی ولا یبدین زینتهن الا لبعولتهن او ابا
اور نہ دکہاوین اپنے سنگار کو مگر شوہر کو اپنے باپ دادا کو
ئهن او اباء بعولتهن او اخوانهن او بنی اخوانهن او بنی
یا شوہر کے باپ دادا کو یا اپنے بہائی اور بہائی کے بیٹے اور بہن کے بیٹے
اخواتهن او نسائهن او ما ملکت ایمانهن او التابعین غیر اولی الاربة
اور عورتین اپنی اور اپنی لونڈی غلام اور ایسے ملازمین کو جو بوڑہے ہو گئے ہون یا ایسے بچونکو جو
او الطفل الذین لم یظهروا علی عورات النساء -
ابہی عورات کے باتین نہ جانتے ہون

اسکے بعد آخری حکم دیا گیا ہے - ولا یضربن بارجلهن لیعلم ما یخفین من زینتهن
اور چلنے مین عورتین اپنی زمین سے پاؤن نہ دے مارا کرین کہ چھپی ہوئی زینت ظاہر ہو

یعنی یون نہ کرین جسکو میر حسن نے کہا ہے -

کڑے سے چھڑے کو بجاتی چلی — جوانی کا عالم دکھاتی چلی

اب اسکو یار لوگون نے اسقدر وسعت دی کہ گھر سے نکلنا خیر آواز نکلنا گناہ ہاتھونکی کہینچی ہوئی سفید سیاہ لکیرین بھی چھپائی جائین اور چھپائی نہین بلکہ اس وہم سے کہ شاید کسی کے نگاہ کے نیچے نہ پڑے انکو اسکی قدرت ابھی نہ دیجاوے کہ وہ بچہ لکھنے کے قابل ہو سکین چاہیے اس وجہ سے وہ جاہل رہ جائین انکو ضروری کام دنیاوی اور اخلاقی ترقی رک جاوے لیکن لکھنا اور پڑھنا نہ سکہایا جاوے ایکو برائی بدشگونی سمجھے

اپنی ناک کٹوانا کہتے ہین لہذا ہمنے اس محدود خیالی کو ہمیشہ اچھی نظر سے نہین دیکھا میرے نزدیک اور غالباً ہر سمجھدار آدمی کے نزدیک پڑھنے لکھنے کی اسقدر ضروری تعلیم کہ وہ ہر قسم کی کتاب دینی دنیوی پڑھ کر مطلب سمجھ لے اور اپنے اعزا کو خط گھر کا حساب کتاب لکھ لے یہ نہ ہو کہ دیوار مین چونے کی انگلیان لگاتی پھرے یا شکیون پر جوڑے تو کام چلے اسلئے جب مینے اخلاقی امور کے اصلاح کے ساتھ بیگمی کا پہلے امتحان کیا تو معلوم ہوا کہ صرف حرف شناس ہین مجھے یہ غنیمت معلوم ہوا اور کچھ پڑھنے لکھنے کا شوق دلا کر ایک کاپی پر حروف تہجی کی مشق شروع کرادی حالانکہ اوسوقت تختی پر لکھنا بھی مشکل تھا۔ لیکن بڑونکو بچون کیطرح پڑھنے اور لکھنے مین شرم آتی ہے لہذا وہ طریقہ اختیار کرنا چاہیئے جو اونکی حالت کے لحاظ سے موزون ہو۔ ذرا وقت یہ تھی کہ میرا قیام وطن مین دو ایک روز سے زیادہ نہ ہوتا تھا لیکن اگر آدمی سلسلہ سے کوشش کرتا جائے تو خواہ تھوڑا ہی تھوڑا ہو لیکن بہت کچھ ہو جاتا ہے۔ میرے دو چار مرتبہ جانے کے بعد دو ایک مہینہ کے اندر ہی وہ حروف ملا کر لکھ لینے لگین پھر کیا تھا۔ شعر

رفتہ رفتہ کچھ تو وہ حرف آشنا ہونے لگے ۔۔۔ اب خدا چاہے تو مطلب بھی ادا ہونے لگے

پھر جب ایکمرتبہ الہ آباد آئین اور یہان چند روز باقاعدہ طور سے لکھا اپنا مطلب ظاہر کر لینے لگین لیکن عورتون مین یہ عادت بہت خراب ہوتی ہے کہ جہان کچھ بھی اون کا مطلب چل گیا زیادہ محنت نہین ہو سکتی لاکھ مینے کوشش کی کہ جب خط لکھ لینے کی استعداد آگئی ہے کچھ خوشنویسی اور املا کی طرف توجہ ہو لیکن کمبخت اس خیال نے کہ ہمکو کیکو دکھانا تھوڑے ہے اس خیال مین مجھے اپنی کامیابی نہ ہونے دی۔ البتہ گھر کا حساب کتاب ہی نہین بلکہ اپنا مطلب نہایت صاف و برداشتہ قلم لکھ لیتے تہین جو نہایت خوب اور دل پسند اردو روزمرہ مین ہوتا تھا اور چونکہ بناوٹ نہین ہوتی تھی لہذا بہت پر اثر معلوم ہوتا تھا عام حرم کے خطوط تو میرے پاس بکثرت رکھے ہوئے تھے لیکن ایک دن جو بکس کھولا اور چند خطوط نگاہ سے گذرے تو اسقدر ملال ہوا کہ اونکو بھی کاتب

کے ساتھ ینے زمین مین دفن کر دینا مناسب سمجھا۔ اب اسوقت جی یہ چاہا کہ یہان اونکی تحریرات کے چند اقتباسات درج کرتا تو ناظرین کو معلوم ہوتا کہ بغیر انشا پردازی کے تعلیم کی بھی اگر انسان اپنے مطلب کو بغیر تصنع کے ظاہر کرے تو بھی عبارت نہایت دل پسند ہوتی ہے اور یہ انشا پردازی ہی کی کوشش ہے جو اخلاص سے علٰحدہ کرکے بناوٹ کی صورت پیدا کر دیتی ہے جو بنانے والے کے قابلیت پر منحصر ہے۔

تلاش کرنے سے صرف ایک خط ملا جو بھائی صاحب کے ہاتھ کے لکھے ہوئے لفافہ مین ہونیکی وجہ سے میرے دست ظلم سے بچگیا تھا۔ جسکو مین لفظاً یہ خط یہان نقل کرتا ہون۔ یہ خط اوس زمانہ کا ہے جب بیگمی ماہ رمضان مین پورے دن کی حمل مین وطن مین تھین اوسکے ایک ماہ دس روز کے بعد اُنکا انتقال ہوا ہے۔

از جائس۔ محلہ سیدانہ ۲ راگست ۱۹۱۴ء

پیارے وکیل صاحب مد ظلہٗ۔ بندگی عرض ہے۔ یہان سب خیریت ہے اور خیر و عافیت آپکی خدا سے مطلوب۔ آج ایک خط بھائی صاحب کے ہاتھ ملا اور مبلغ عہ وصول ہوئے۔ خط اور خرچ کو آنکھون سے لگایا گویا آپ ہی کو پایا۔ مگر میرے دو خط کے جواب مین یہ آپکی مختصر تحریر جس سے اچھی طرح تسکین نہین ہوتی۔ البتہ دل خوش ہوا اسوجہ سے کہ خوشی کی بات تھوڑی بھی بہت ہے اور خفگی کا اگرچہ ورقا ہو (چار ورق کا خط) تو بھی سوائے افسوس کے کیا ہوتا ہے۔ آپنے خط مین جو باتین لکھی ہین وہ سب ٹھیک ہین سینے اب یہ سوچ لیا ہے کہ دنیا مین خوش رہکر آرام اوٹھاوے مفت مین موجودہ آرام خیالی تکلیف کے اندیشہ سے کیون کھووے جو بات ہوگی وہ تو ہونی ہے تو مین آپ سے وعدہ کرتی ہون کہ ہرگز رنج نہ کرونگی اب مین اپنے خدا پر شاکر ہون کلمہ سے یہان بادل گھرا ہے مگر پانی نہین برستا کلمہ سے تو دھوپ نہ نکلنے کی وجہ سے پیاس کم لگی ہے۔ مگر مجھے روزہ بہت کھلتا ہے۔ آج خدا خدا کرکے نو روزہ ہوئے۔ خدا کاٹے مین تو آجکل اپنے حواس سے گذری ہون۔ خدا یہ دن کاٹے تو جانون کہ پھر آدمی ہون

ابھی تو یہ دن پہاڑ ہین خیر خدا مالک ہے جہان اوس نے اتنے دن کلٹے وہان یہ بھی کاٹ دیگا۔ پرسون بھائیصاحب آئے تو اونکی اب کہین سونے کا ٹھکانا نہین ہے۔ ایک رات تو ہال مین سوئے اب ہال والے صحن کے کوٹھے پر رہتے ہین۔ بھابھی صاحبہ وغیرہ نیچے رہتی ہین اور ہم لوگ سب اپنے اسباب ولے کمرہ کے اٹاری پر رہتے ہین تعمیر کی حالت آجکل اچھی ہے کام اچھا ہوتا ہے۔ روپیہ بھائیصاحب نے لے لیا ہے مجھسے حساب کو پوچھا تھا مینے کہا کہ بھائی جانصاحب کے پاس ہے۔ مینے اچھے میان سے بھی کہا تھا کہ اب ذرا آپ بھی نہین دیکھتے تو اب آجکل جاتے ہین۔ دروازہ سادری (صدری) طیار ہو گیا ہے اچھے میان کہتے ہین کہ ایسا ہی لگیگا یا اوسمین لوہے کی غمزی (گمزی) وغیرہ لگیگی اسکا جواب لکھیے۔ یہان کوئی آدمی نہین ملتا ہے آپ کو کئی خط مین لکھا اور محمد محسن سے بھی کہدیا اگر وہ عورت (الہ آباد مین نوکر تھی) ملجاوے تو اوسکا جواب لکھیے اور تقیق (تحقیق) کیجیے یا آپ محمد محسن سے کہدیجیے۔ رات مجھے یقین بہت تھا کہ آپ ضرور آئیے گا۔ گو کہ برا ضرور معلوم ہوتا کہ ایک دن کے لئے آئے اور چلے گئے اور جاتے وقت بہت کھلتا ہے مگر کچھ تسکین تو ہو جاتی ہے دیکھون اب آپکا آنا کب ہوتا ہے۔ لڑکیان بھی روزہ رہتی ہین مگر پڑھتی لکھتین کچھ نہین ہین اب آپ کو بندگی عرض کرتی ہین۔ محمد محسن و محمد عابد کو دعا باقی سب خیریت ہے زیادہ اور کیا لکھون۔ رقیمہ آپکی یادگار چاہنے والی کنیز ولی باندی۔

اگر آپ کو برا نہ معلوم ہو تو ایک دو سیر مہین اور ایک دو سیر موٹی سوئین لیتے آئے گا یہان بہت تلاش کیا نہین ملتی فقط یہ بہ لفظہ تحریر ہے جو مینے نقل کی اس سے جس قدر خلوص ٹپکتا ہے اوسکو اہل دل ہی جان سکتا ہے اسطرح سے روزمرہ خطوط ہوتے تھے جنمین کافی ذخیرہ دلچسپی و معلومات کا ہمکو مل جاتا تھا۔

مجھے اکثر میان بیوی کے خطوط دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے جنمین ایسا پھوہڑ اشتیاق اور بھونڈا شوق محبت درج ہوتا ہے کہ جس سے واقعی لکھنے اور پڑھنے والونکو شرم آنا چاہیے اور اسی وجہ سے ان خطوط کو چھپانے کی ضرورت پڑتی ہے اور واقعی اونکو چھپانا کیا بلکہ

اپنے نفس سے بھی چھپانا چاہئے۔ مینے اس طرز کو ہمیشہ ناپسند کیا چنانچہ میری ہدایت کے مطابق بیگمی نے کبھی فضول اظہار محبت و اشتیاق رندانہ سے اپنے خط کو خراب نہین کیا۔ اس خط مین خلاف معمول پیارے کا لفظ قلم سے نکل گیا ہے جسپر مینے اعتراض کیا اور بعدہٗ وہ ترک کیا گیا یہ بیگمی کی تو خیر طبیعت کا نمونہ ہے جس سے محبت اکثر ٹپک پڑتی تھی۔ بالآخر بیگمی کو خط لکھنے کا اسقدر ربط ہوا کہ جب وہ وطن جاتی تھین تو قریب قریب روز نہین تو دوسرے روز مین ایک تحریر کچہری جاتے وقت پا جاتا تھا اور باوجودیکہ مین اسقدر جلد جلد خطوط کا مخالف تھا کیونکہ جس انہماک سے خط لکھا جاتا تھا اوسی امر سے جواب کی بھی خواہش ہوتی تھی جسمین مجھکو دقت تھی تاہم خط و کتابت کے سلسلہ سے جسقدر اطمینان قلب رہتا تھا وہ محتاج بیان نہین مرحومہ کے علالت و انتقال کے بعد وطن سے واپس آنے پر جو سب سے زیادہ تکلیف محسوس ہوئی وہ انہین تحریرات کا خیال ہے گویا چہ قطعات رحمت تھے جو تسکین قلب کے لئے نازل ہوتے تھے اُنسے محروم ہو گیا۔

اس استعداد کتابت کو مینے صرف خطوط ہی پر محدود نہین رکھا بلکہ بیگمی گھر کے حساب لکھنے پر توجہ دلائی جسکی اونکو بہت ضرورت تھی۔ کوڑی۔ پیسہ ڈولی کے دہر میر کہان تک حساب کیا جائے چونے کی لکیرین دیوار پر کتابت کا کب تک کام دین۔ سو تک گنتی۔ پہاڑا دس تک پھر جمع تقسیم سے انگریزی حساب کا طریقہ اونکو سیکھنا ہی پڑا۔ اوس نازک طبیعت مین اسقدر تو تحمل نہ تھا کہ یہ سب رٹکر یاد رکھا جاتا اور زیادہ مشق کر کے حاضر رہتا لیکن ضرورت کے مطابق ایک سادہ طریقہ سے اپنے گھر کے حساب لکھنے اور جوڑ لینے کا ڈھنگ معلوم ہو گیا اور اپنے پچہ لکھہ پڑھکر کام چلا سکین۔ شاید اور زندگی وفا کرتی تو کبھی پوری محاسب اور باقاعدہ سیاق اور سیاق دان ہو جاتین لیکن ابھی تو کام ہی چلتا تھا۔

جب خط و کتابت مین اسقدر دستگاہ ہو گئی تھی تو اب اس امر کے لکھنے کی ضرورت نہین ہے کہ پڑھنے مین کسقدر مہارت ہوئی ہو گی۔ قصہ کہانی اور ناول پڑھنے کے تو مین خلاف تھا کیونکہ اردو کے ناول نہایت بیہودہ اور بد مذاق ہوتے ہین البتہ مرثیہ و نوحہ کی طرف

اونکی طبیعت بہت مائل رہی - میر انیس - مرزا دبیر - میر وحید - اُنس - مونس و دیگر شعرا
کی اکثر جلدین مرحومہ کے پاس تھین اور ہر سال نئی منگایا کرتی تھین جنکو وہ پڑھ بھی لیتی
تھین لیکن اس بارہ مین مجھے شل اور غور تونکے اونکی بھی شکایت ہے کہ پہلے سے محنت
کرکے مرثیہ نہین دیکھتین پس جب مجلس مین جلد کیونکہ پڑھ دیا ایسی صورت مین ضرور غلطی
ہوا کرینگی - اسلئے میری تاکید رہتی کہ مرثیونکو پہلے سے سبق کیطرح پڑھکر پہلے معنی اور
مطلب یاد کر لینا چاہئے جسکو وہ کچھ کرتی تھین لیکن نہایت بے توجہی سے - مرثیہ خوانی
مین تحت اللفظ خوانی سے زیادہ اونکی طبیعت سوز خوانی کے لئے موزون تھی کیونکہ آواز
دردناک لہجہ نہایت خوشگوار طرز موزون تھا - سوز کیسا ہے کاواک ہوا اونکی گلے مین
نہایت آسانی سے اُترجاتا تھا اگر ذرا سن کے ساتھہ آواز کمزور نہ ہوتی تو بمشکل
سوز خوان سمجھی جاتین تب بھی جس نوحہ کو وہ اوٹھاتی تھین بازو آواز ملانے والے اچھی
طرح سے گلا نہ ملا سکتے تھے -

خانگی انتظام - چونکہ خانگی انتظام مین بہت محنت عقل اور تجربہ کی ضرورت ہے اسلئے
ابتدا مین بیگمی کے کمسنی کے لحاظ سے مجھے اندیشہ ہوتا تھا کسطرح سے سب مختلف الخیال
لوگونکی نگرانی اور تمام اخراجات خانگی اس نازک اور ناتجربہ کار ہاتھہ مین دیئے جاوین
جیکی اونہون نے کچھہ خواہش نہین کی لیکن بے کام کے اونکی طبیعت بھی گھبرائی ہوئی
معلوم ہوتی تھی اسلئے رفتہ رفتہ وہ کام کلج مین دخیل ہوتی گئین اور سہولت و آرام
کے باعث سے اور لوگ سبکدوش ہوکر کنارہ کش ہونے لگے اور جب الہ آباد آئین تو پوری
پرچھن ہوگئین یہان رہکر حیلہ سے اونھون نے حساب کتاب لکھنا پڑھنا سیکھا اوسیطرح
دہر اوٹھاؤ جنس کا اندازہ و تخمینہ کا سلیقہ معلوم کیا - یہ خیال کرکے کہ اونکو اندازہ کے مطابق
خرچ کرنیکی عادت ہوجاوے ماہواری خرچ بھی ایک حد مقرر کرکے جملہ اخراجات کا ٹھیکہ
دیدیا اور اوسکی تکمیل پر اصرار کرتا تھا جسکو وہ انتظام اور سلیقہ سے انجام دیتی تھین -
خرچ کے اندازہ کے ساتھہ گھر کے کام کے دو جز ہین جو بالکل عورتون کے تعلق رہتی

ہین کھانا پکانا اور کپڑونکو درست رکھنا۔

پکانا معمولی طور سے وہ خود جانتی تھین اب ضرورت جو پڑی تو محنت اور توجہ سے ہر قسم کے کھانے پکانے کی مہارت ہو گئی۔ گوشت پلاؤ زردہ۔ قورمہ۔ پراٹھے کباب حلوا ہر چیز۔ اچھا اور خوش ذائقہ پکا لیتی تھین۔ سینا کچھ پہلے سے جانتی تھین لیکن سب کپڑے اپنے اور بچون کے قطع کرکے مرتب کر لینا یہ ذرا مشکل بات ہے لیکن ضرورت بڑی چیز ہے تھوڑے ہی عرصہ مین اونکو اسقدر مہارت پیدا کر دی کہ اپنے اور بچون کے سب کپڑے بلا اعانت غیرے طیار کر لیتی تھین۔ اسمین جدّت کا بھی مادہ تھا۔ سادہ طور سے سی لینے پر اکتفا نہین تھی بلکہ جو چیز دیکھتین اوسکے بنانیکی کوشش کرتی تھین۔ کرتیان متروک بلکہ کرتون کے بجائے بھی اکثر قمیص بنائی جاتی تھی۔

دیگر انتظام محرم و مجالس۔ ہمارے یہان خانگی انتظام کے متعلق سب سے بڑا اور اہم کام مجالس اور محرم کا ہے یہ پچھلی ہی سال سے بیگمی کے سر پڑ گیا۔ حقیقت مین یہ بڑا کام ہے اسمین بہت محنت واقفیت اور سلیقہ درکار ہے جب سے ہمارے یہان خانگی انتظام کا شیرازہ بگڑ گیا یہ کام ہماری بھاوج اور بھتیجیون کے اوپر رہا چونکہ بھاوجونکی راے مین اکثر اختلاف رہتا ہے لہذا اکثر بے لطفی کی نوبت آجاتی تھی۔ اسطرح پر بھابھی صاحبہ تو سازو سامان کا انتظام کرتی تھین اور مجلس کی ترتیب۔ تعلیم۔ خواندگی منجھلی بھاوج اور بھتیجیون کے تعلق رہتا تھا لیکن جس سال کہ بیگمی آئین اُن لوگون نے یہ بیگار کا بوجھ اوسی سال سے علٰحدہ کر دیا اور وہ اُن بیچاری کے سر پڑا۔ چونکہ شہرت اختیار و نمود کے کام کی ہر شخص کو خواہش ہوتی ہے بیگمی نے بھی نہایت دلچسپی اور محنت سے انجام دیا لیکن حقیقت مین ہماری بھتیجیان جو والدہ معظمہ کے طرز و طریق سے واقف ہین اسمین معین نہ ہوتین تو یہ انتظام بہت دشوار ہو جاتا اور سچ بات بھی یہ ہے کہ مجالس یا تقریبات کا ایک متنفس سے انتظام کافی نہین ہو سکتا جب تک کہ سب لوگ ملکر نہ کرین لیکن خاندان مین اکثر مستورات مین اس یکجہتی کی کمی ہوتی ہے۔ جہان ایک ہاتھ مین کام ہوا دوسرون نے

علحدگی کی - یہان ایک عجیب بات تھی - پہلے تو بیگمی اور بھابھی جان مین اسقدر ارتباط بڑھا کہ کوئی بات بغیر دونون کے صلاح و مشورہ کے نہین ہوتی تھی اور اسوجہ سے بھابھی صاحبہ دستکش ہوگئین جب دو برس کے بعد بڑی بھتیجی اپنے میان کے پاس سے پردیس سے واپس آئین تو بھتیجون اور بیگمی مین اسقدر موافقت ہوگئی کہ جملہ باتون مین ہم خیال ہوگئے اور بھابھی جان علحدہ ہوگئین - جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بیگمی کی طبیعت بہت استحالہ پسند تھی جسکا ساتھ زیادہ پڑتا اوسیکی طرف مائل ہوجاتا تھا یہ اونکی نیک بختی کی دلیل ہے -

میرے لئے جو ابتدا سے سب حالات دیکھتا تھا یہ تغیرات نہایت پر لطف تھے جنکو مین علانیہ طور سے مذاق کی طرح پر دونون پارٹیون کے سامنے بیان کیا کرتا تھا -

خانگی ساز و سامان ایک بات البتہ بیگمی کے خصوصیات مین تھی اگر وہ خانگی انتظام مین داخل کی جاسکے یعنی گھر کے ساز و سامان آرائش - اثاث البیت گرہستی کی چیزون سے اونکو بیحد شوق تھا جو کچھ وہ پس انداز کرتین وہ قریب قریب سب اسی کام مین صرف ہوتا - الہ آباد مین - تانبے - چینی - شیشہ - ایلومینیم کے ظروف مہیا کرنا اور اون کو اہتمام سے رکھنا خاص شغل تھا - جس سے تھوڑے ہی عرصہ مین باوجود میری مخالفت رائے کے ایک بڑا - بکس چینی اور شیشہ کے ظروف سے بھر لیا گیا - نئے نئے قسم کی پلیٹین طشتریان گلاس جمع کئے گئے - بلکہ یہ ظروف ہی پر شوق منحصر نہ تھا گھر کی تمام آرائش - لمپ - لالٹین - تخت چارپائی - دری - قالین - جاجم وغیرہ مین اسقدر انہماک تھا جسکو اگر مین تھوڑا تھوڑا نہ روکتا ہوتا تو نہین معلوم کیا ہوتا مگر باوجود اسکے ہر قسم کی متعدد چیزین موجود کی گئین -

جہانسی مین نئے بنگلہ مین آنیکا شوق اور اوسکے آرائش کا سامان اسکی ہمیشہ یاد رہنے والی مثال ہے چند ہی روز مین اوسکے لئے جو کچھ سامان کیا گیا - تخت و لمپ وغیرہ ہال کے لئے فرش - دریچے و دروازون کے انگریزی پردے - کارپٹ - قالین - پنکھا - ہینگنگ لمپ لالٹین - گھڑی (آفس کلاک) جس انہماک اور شوق سے منگائی گئی اور اونکی آنے پر

جو خوشی اور مسرت مینے دیکھی ہے اوسکا خیال کرکے تعجب ہوتا ہے کہ پھر دنیا کے اس ساز و سامان مین کیسے میرا جی لگتا ہے بجز اس خیال کے کہ ہر شخص کو ایک دن یہ ساز و سامان چھوڑ کر جانا پڑیگا ہے اور آہ بڑے کیا ہوئے بڑی بڑی سلطنت اور اوسکے ساز و سامان چھوڑ کر چلے گئے سوائے نام نیک کے کوئی کچھ نہین چھوڑ گیا او بجز اعمال خیر کے کچھ ساتھ نہین لیگیا بیگمی بھی سب لوگون کا نیک خیال اپنے ساتھ لیگئین اور اپنے سلیقہ اور انتظام کے خوش خیال اپنے پیچھے چھوڑ گئین یہی انجام کار ہے۔

نہ سکندر نہ سام باقی ہے　　　اک فقط نام نام باقی ہے

زیورات - یہ امر ظاہر ہے کہ جسکو گھر کے ساز و سامان کا اسقدر خیال ہوگا تو ذاتی آرائش و زیورات کا کسقدر شوق ہوگا - مینے پہلے حصہ مین ان مدون کے متعلق کچھ نہین لکھا تھا کیونکہ مجھکو اسکا تجربہ ہی نہ تھا اسلئے کہ بیگم نے ان باتون کے متعلق بھی کبھی اپنا کوئی شوق یا خواہش ظاہر نہین کی تھی اور ہر چیز کے بابتہ کیا ساز و سامان کیا ذاتی آرائش و زیورات سب مین میری رائے مقدم رکھی - پس اسی محل پر اُن دونون نیک نفس اور شریف مخلوق مین ایک فرق معلوم ہوتا ہے بیگم کو اسباب آرائش کا اتنا شوق تھا یا اونکی طبیعت اس حد تک سلیم اور مطیع خلق ہوئی تھی کہ اونہون نے اپنی خواہش کو بھی میری مرضی کا پابند کردیا تھا اور یہان بیگمی مین اسقدر افراط انہاک تھا یا طبیعت اس درجہ خواہشمند اُن چیزون کی تھی کہ مخلصانہ محبت کو قائم رکھنے کے لئے میری محبت کو خود بخود بعض اوقات اوسیطرف جھک جانا پڑتا تھا اور جبکہ زمانہ اور حالت اسکی مقتضی بھی تھی تو کوئی وجہ نہین تھی کہ مین صرف مخالفت رائے یا کچھ نقصان کے خیال سے اس مخلصانہ مسرت کو رنج و ملال سے بدلتا لیکن اسکا یہ نتیجہ ہوتا تھا کہ یہ خواہش اونکی دبی دبی رہتی تھی - اس کے لئے مینے ایک طریقہ مقرر کردیا تھا کہ جسقدر وہ اپنے کفایت سے پس انداز کرین مین اوسکو دونا کرکے کوئی زیور اونکے لئے بنوا دیا کرون اس سے کفایت شعاری کا زیورات کی صورت مین دل پسند معاوضہ ملجاتا تھا۔

تبدیلی وضع۔ ہمارا قصبہ بوجہ اسکے کہ لکھنو اور دیگر شہرون سے علحدہ ایک گوشہ مین ہے عورتین کیا مرد بھی اکثر وطن چھوڑ کر باہر جانا نہین پسند کرتے اسلیے عورت اور مرد دونون کے لباس نہایت کم قیمت اور سادہ ہوا کرتے تھے۔ مرد کے لیے ایک بڑی مہری کا پاجامہ مارکین کا۔ تنزیب یا نین سکھ کا چپہ کلیا انگرکھا دوپلی ٹوپی موچی کا بنا ہوا جوتا۔ عورتون کا تین گز کا چھیٹ یا کمخ کا پاجامہ ایک گز کی گوٹ نیچی کرتی ڈھائی گز کا تھیلہ کا دوپٹہ نہایت اچھی پوشاک تھی۔ مگر زمانہ اس رنگ پر کب چلنے دیتا ہے شہرون کی آمدرفت سے وہ اچھوتی وضع بھی بدل چلی مردون مین تو صرف اونھین لوگون کو وضع بدلنی جنھون نے کچھ انگریزی اسکول مین پڑھا یا اونکی ساتھ رہے مگر عورتون مین عموماً کایا پلٹ ہوگیا۔ پاجامہ کے پایچے اور گوٹ ٹکی چوڑای بڑھنے لگی کرتیان اونچے ہونے لگین۔ مین زنانہ اس وضع کو پسند نہ کرتا تھا خصوصاً اونچی کرتی لہذا بیگم نے اس طرز کو بدل دیا تھا پاجامہ کٹڑے اور کرتی کے بجائے ڈھیلے کرتے اختیار کیے۔ دیسی جوتی اور گھیتلہ کے بجائے سلیپر اور پمپ جوتے پہنے جانے لگے۔ مجھے خوب یاد ہے کہ پہلے پہل مجلسونمین اپنے پرائے سب اسپر ایسا اعتراض کرتے تھے معلوم ہوتا تھا کہ بہت بڑے عیب کا کام ہوا ہے لیکن زیادہ زمانہ نہین ہوا کہ مین دیکھتا ہون کہ عموماً اب کرتے پہنے جاتے ہین کرتی قریب قریب متروک ہوگئی۔ سلیپر سب کے پاؤن مین پائے جاتے بلکہ مقدور والے بوٹ بھی پہنتے ہین اور اب یہ سب بجائے معیوب ہونیکے وضعداری مین داخل ہوگیا۔

بات یہ ہے کہ جب دوسرونکی وضع وقطع دیکھنے مین آتی ہے تو اپنی وضع کے نفع ونقصان عیب وہنر معلوم ہوتے ہین بیگمی نے باہر سفر مین آنے جانے مین جب اکثر عورتونکو ساری چوڑیدار۔ پاجامہ۔ قمیص پہنے ہوئے دیکھا تو کرتہ کے بجائے قمیص اور جاڑہ مین ایک آدھ چوڑیدار پاجامہ اور گرمی مین ایک آدھ ساری پہن لینی مین کچھ عیب نہین سمجھتی تھین بعض لوگ اسپر بھی اعتراض کرتے تھے جسکا وہ

جواب دیتی تھین کہ مین کسی وضعداری کے خیال سے نہین پہنتی جاڑہ مین تنگ پاجامہ
اور گرمی مین ساری سے آرام ملتا ہے ستر بھی کافی ہے اسلئے مین اپنے گھر مین پہن لیتی
ہون۔ لیکن اب مین دیکھتا ہون تو لوگ اسکو بھی وضع مین داخل کئے لیتے ہین۔

نمود و بود بشر کیا محیط عالم مین　　ہوا کا جب کوئی جھونکا چلا حباب تھا

دنیا خواہ قدیم ہو یا حادث لیکن یہ سچ کہا جاتا ہے کہ انسان کی زندگی اس مین تین ہی دن
کی ہے ایکدن عدم سے عالم وجود مین آنے کا ایک دن عالم وجود سے عدم آباد جانے
کا ایک دن یہان قیام کا خواہ اسکو یون سمجھے کہ دنیا مین چاہے جتنی بڑی زندگی ہو آنکھ
بند کر لینے سے ایک ہی دن معلوم ہوتا ہے چاہے یہ کہئے کہ زندگی کے تین حصہ ہوتے ہین
ایک ولادت کا جب کھلونے کی صورت پیدا ہوتا ہے اور بڑھتے بڑھتے عقل و سمجھ
کو پہونچکر کام کے قابل ہوا۔ دوسرا وہ وقت ہے جب تفکرات دنیا مین مبتلا رہا تیسرا
وہ زمانہ ہے کہ بیماری یا علالت سے مجبوری کی حالت مین مبتلا ہو کر کوچ کی طیاری کرنے
لگا یہی تین دن زندگی کے ہین۔

دن سے یہ دن مراد نہین ہے جو آفتاب کے طلوع و غروب یا سوئس میڈ گھڑی
کے ٹک ٹک سے چوبیس گھنٹہ مین ختم ہوتا ہے بلکہ وہ پیمانہ خیال ہے جو ایک حد خیال پر
مختتم ہوتا ہے۔ اسطرح سے اول اور آخر دن تو سب کے لئے برابر ہوتے ہین وہ بیچ والا
دن البتہ مختلف ہو جاتا ہے۔

اگرچہ زمانہ کا اندازہ گھڑی گھنٹہ رات دن ہفتہ ماہ و سال سے دنیا کی مدت
کے حساب کرنے مین صحیح ہو لیکن ہر شخص کی زندگانی کا حساب ایک ہی پیمانہ سے
کرنا میرے نزدیک سب دھان بائیس پنسیری کا مصداق ہے۔ اسکو تو ہر شخص کے
خیال کے پیمانہ سے ناپنا چاہئے۔ جو مختلف ہوتا ہے کسی کے لئے چند لمحہ اسقدر بڑھ
جاتے ہین کہ تمام عالم بالا کی سیر کر کے واپس آئے حقیقت مین وقت کا اندازہ
سلسلہ خیالات پر ہے جسقدر مختلف خیالات اور واقعات صادر ہون گے دماغ کو

اتنا ہی زیادہ وقت کا اندازہ ہوگا۔ یہ تو فلسفہ کا ایسا بدیہی مسئلہ ہے جس سے
ختمی مآب کی معراج حضرت موسیٰ۔ حضرت یونس۔ حضرت سلیمان کے روایات سب عقلاً
ثابت ہوتے ہیں مگر مین اس جگہ ناظرین کے خیال پر اسقدر زور دینا نہین چاہتا۔
معمولی طور سے غور کیجیے کہ کوئی تو آپ کے پیمانہ سے ہزار برس زندہ رہا اور تمام زندگی
جاگ سو کر ایک حالت مین کاٹ دی اور اوسکو ایک دن بھی نہ معلوم ہوا۔ کسی نے
دس برس کی زندگی مین اتنے کام کیے کہ سیکڑون برس معلوم ہوتے ہین۔ سکندر
کے کارنامے پڑھئے اور بتلائے کہ اوسکی کتنی عمر رہی ہوگی معمولی خیال سے ہزارون
نہین تو سیکڑون برس کا ضرور خیال آتا ہے بھلا بتیس ۳۲ سال بھی کوئی وقت ہے جسمین
ایک دیہاتی آدمی بھینس چرانے مین کاٹ دیتا ہے اور آجکل کے نہایت محنتی قابل
قدر شخص کو بھی صرف ایل۔ ایل۔ بی کے امتحان تک لگ جاتے ہین۔ ملا باقر مجلسی
علیہ الرحمۃ کی تصنیفات کو دیکھئے جو کئی اونٹ کا بار ہے تو اوس سے اونکی عمر کا کسقدر اندازہ
ہوتا ہے۔ غرض واقعات کے لحاظ سے انسان کے دنیا مین قیام کا دن کبھی چند سال
مین طولانی اور کبھی سیکڑون سال مین مختصر ہو جاتا ہے۔

بیگمی جنکی چودھوین سال شادی ہوئی چار سال بچہ مہینہ کتخدائی کی حالت مین
بسر کیے یہ زمانہ کیا ہوتا ہے اتنا وقت تو لڑکیان گوڑیہ کھیل کر کاٹ دیتی ہین۔ مگر
اُن تمام واقعات اور حادثات کو جو وقتاً فوقتاً اونکی ذات کی تعلق سے واقع ہوئے
خیال کیجیے تو اسقدر عرصہ بھی وہ پورا زمانہ معلوم ہوتا ہے جو کوئی ۵۰ سال کی عمر مین
بسر کرتا ہے۔ ماں کا انتقال۔ دوسرے ماں کے ساتھ برتاؤ۔ تربیت کا وقت۔
شادی بیاہ۔ دو لھنا یہ کے سہاگ۔ غیر خاندان والون کے ساتھ ارتباط۔ سسرال
مین قیام۔ لڑکیون کے ساتھ اتفاق و محبت۔ تمدن کی پالسی کا استعمال۔ اجنبی دل
کی تسخیر۔ حصول سلیقہ و شعور۔ تحصیل علم۔ خط و کتابت حساب کتاب انتظام خانہ داری
و حجم و مجالس۔ فراہمی اسباب آرائش و اثاث البیت و زیورات۔ بچونکی تربیت

وتعلیم سیر وسفر جالئس والہ آباد مین قیام - زمانہ حمل وولادت وبچونکی مان ہونا - علالت
وبیماری اوران سب سے متعلقات کو خیال کرتا ہون تو یہ پانچ برس کا زمانہ کسی
گونہ زیادہ معلوم ہوتا ہے - طرفہ تر یہ بات ہے کہ بیگم کی زندگی کے دن میرے یہان
دس سال اور بیگمی کا پانچ سال سے بھی کم ہے لیکن بلا لحاظ اعداد کے غور کرنے سے
میرے خیال مین دونون برابر معلوم ہوتے ہین -

خلاصہ یہ ہے کہ یہ زندگی کا زمانہ بہت کم ہے لیکن جب اوس مخلصانہ وجود کی
مسرتون اور اوس نیک مخلوق کی مہربانیون کا خیال کیا جاتا ہے تو ایک بہت زمانہ
معلوم ہوتا ہے جو ایک دم مین گذر گیا - دنیا کے طلسمات مین سے یہ بھی ایک
شعبدہ ہے کہ جو زمانہ کثرت واقعات کیوجہ سے بڑھ جاتا ہے گذرنے کے بعد
پھر وہی زمانہ جس مین افراط دلچسپی اور محویت کی وجہ سے پھر بھی سیری نہین
ہوتی اور گذرنے کے بعد نہایت حسرتناک افسوس کے ساتھ مختصر معلوم ہوتا ہے
کہ جس سے یہ حسرتناک شعر پڑھنا پڑتا ہے -

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد ۔۔۔ روے گل سیر ندیدیم بہار آخر شد

شادی کے بعد پہلے تو معلوم ہوا کہ بیگمی کی طبیعت وطن چھوڑنے پر آمادہ نہین
ہوتی غالباً یہ کمسنی کے سبب سے تھا لیکن ایک مرتبہ الہ آباد آنے کے بعد اونکو
اسقدر دلچسپی ہوئی اور تہذیب واخلاق اور دنیاوی طرز معاشرت کے معلومات
کا ایسا ذخیرہ اونکو ملا کہ وہ الہ آباد سے جانا ہی نہ چاہتے تھین - یہان سے ہر مرتبہ
مجبور ہوکر گیا تو محرم یا وضع حمل کے ضرورت سے بھیجی گئین - پہلے مرتبہ محرم کے بعد ہی
آنے پر آمادہ ہوگئین لیکن ہمارے یہان محرم کا سلسلہ ہر ربیع الاول تک رہتا ہے
مجبوری یہ تھی کہ سب انتظام اونھین کے سپرد تھا لہذا وہ کسیطور سے چھوڑ کر نہ
آسکتی تھین اور اوسکے بعد بیگم مرحومہ کے دیوسہ کا انتظام تھا جسکو ظاہرداری کے
لحاظ سے اور کچھ انتظام کے لئے وہ نہ چھوڑ سکین اوسکے بعد فوراً چلی آئین تو پھر

محرم ہی مین گئین وہان اس مرتبہ جاکر ایک اور مصیبت کا سامنا ہوا لقی النساب سے چھوٹی لڑکی چیچک مین مبتلا ہوئی تیرہ دن تک تکلیف مین رہے اور کسی وقت بیگمی کو نہ چھوڑتی تھی اوس بچی نے جسطور سے اس مرض کی تکلیف کو برداشت کی سہے بڑے بڑون سے دشوار ہے انتہا یہ ہے کہ نہ کسی نے اوس بچے کو روتے چلاتے سنا نہ یہ جانا کہ وہ کب مرگئی۔ حقیقت مین یہ لڑکی سب گھر کو اپنی محبت عقل وشعور کی باتون کیوجہ سے پیاری تھی بیگمی کو تو نہایت خاص انس تھا اور انھون نے اوسکی موت کا رنج بہت محسوس کیا۔ لیکن خدا کی مشیت مین کیا چارہ ہے۔ اس رنج پر مستزاد اس سال حمل کی تکلیف تھی۔ وضع حمل کا انتظار بڑے اضطراب اور امید سے ہوتا رہا کمبختی سے عجیب اتفاق ہوا کہ وضع حمل مین اونکی جان پر بنگئی۔ بچہ پیدا ہونے مین کچہ ایسی تکلیف ہوئی کہ لڑکا بھی پیدا ہونے کے بعد بیدم پایا گیا اور زچہ بھی بیہوش پڑی رہی خدا کو اوسوقت زندگی منظور تھی کہ یہ سب تکلیفین جھیل کر اوٹھ کھڑی ہوئین اور الہ آباد کا اشتیاق ایسا دامنگیر تھا کہ بلا زچہ خانہ کے مدت کچہ پوری کی ہوئی وائی کو ساتھ لیکر الہ آباد آئین۔ اور تھوڑے ہی عرصہ کے بعد امید ہوئی بالاخر شعبان ۱۳۳۳ھ مین وضع حمل کے خیال سے پھر وطن جانا ہوا یہ آخری مرتبہ تھا۔ اب کی یہ ایسا گئین کہ پھر واپس آنا نصیب نہ ہوا لیکن گئین تو بڑے سازوسامان سے۔ ہال کے آرائش کے لئے فرش۔ قالین۔ پردہ وغیرہ۔ اور وطن کے قیام مین دوسرے روز ایک مفصل خط بھیجنا اونکا ضروری کام اور دلچسپ شغل تھا۔

وطن کے قیام مین تقریباً پندرہوین روز مجھے جانیکا اتفاق ہوتا تھا کیونکہ تعمیر کا سلسلہ بھی ایسا جاری تھا جس سے لامحالہ اکثر جانیکی ضرورت رہا کرتی۔

یہان سے جانے کے بعد شعبان کا مہینہ اچھی طرح سے گذرا رمضان کے روزہ شروع ہوئے جسکو استقلال اور تحمل سے برداشت کرتی تھین باوجودیکہ

ہوا اونکی مزاج کی فطرت اور نازک طبعی کی وجہ سے تھوڑا رنج بھی بہت معلوم ہوتا تھا بقول ع

غم کھانے مین بودا دلِ ناکام بہت ہے ۔ یہ رنج کہ کم ہے مے گلفام بہت ہے

لیکن آخر کار میری طبیعت کے اثر سے اخلاق اور سمجھ کے ساتھ تحمل و برداشت کی عادت بھی ہوتی گئی۔ گو طبیعت نڈھال تھی مگر روزہ برابر رہتے جاتے تھے۔ اسی روزون مین کچھ حرارت بھی آنے لگی زکام کی شکایت محسوس ہوئی معمولی علاج کیا گیا جس سے صحت بظاہر ہو گئی لیکن ضعف معلوم ہوتا تھا جس سے یہ خیال ہوتا تھا کہ یہ صوم کے صعوبت اور کسل کی وجہ سے ہے کیونکہ روزہ وہ برابر باوجود ممانعت کے رہتی جاتی تھین غرضکہ ماہ رمضان ختم ہوا عید آئی۔ عید کے بڑے سامان تھے اپنے اور بچون کے لئے نئے کپڑے بنوانے کے علاوہ میرے لئے بھی ایک دھوپ چھان کی اچکن اپنے پسند سے خلاف معمول بنوائی تھی جو چمک اور شوخی کے لحاظ سے میرے مزاج کے مطابق نہ تھی مگر بہت کچھ کہہ سنکر اونکی خاطر سے تھوڑی دیر کے لئے پہن لیا لیکن اب وہ اچکن مجھے اپنے سب کپڑون سے زیادہ اچھی معلوم ہوتی ہے اور عید کے نماز کے لئے ضرور پہن لیتا ہون غرض عید خوب مسرت اور دلچسپی کے ساتھ ختم ہوئی تو نخل امید کے بار آوری کے دن گنے جانے لگے۔ اسی انتظار مین ایک اور اتفاقیہ سامان ہوا کہ اونکو اپنے باپ کے عقد ثانی کر دینے کا خیال پیدا ہوا اور جھٹ منگنی کر کے عقد اور رخصتی ہو گئی۔

ولادت یہ زمانہ امید افزا انتظار کا نہایت شوق سے کاٹا جاتا تھا اور چونکہ کئی اولادین ضایع ہو چلی تھین اور پار سال ایک سخت تکلیف و مصیبت کیساتھ بچہ کے انتقال کا حادثہ اوٹھایا گیا تھا تمام کنبہ اور خصوصاً بیگمی خود نہایت شوق امید و بیم کیساتھ انتظار کے دن کاٹتی تھین۔ خدا خدا کر کے وہ دن ہوا اور بقول قدر بلگرامی۔

سنتے ہین جب نور کا تڑکا ہوا ۔ چودھوین کے چاند سا لڑکا ہوا

آخر کار ۲۷؍ اگست ۱۹۱۲ء کو مجھے ٹیلیگرام ملا کہ بفضلہ لڑکا صحیح و سلامت ساڑھے چھ بجے صبح پیدا ہوا ہے بعد ان واقعات اور خادمات کے جو واقع ہوئے تھے اس مسرت کے وجود نے

گھر مین جو خوشی پیدا کر دی محتاج بیان نہین ہے۔ جب ۲۹ اگست کو کسی تعطیل مین مین وطن
گیا تو عجیب خوشی و مسرت کا جوش گھر مین پایا۔ دھوم دھام کے سامان دکھائی دیے ہر شخص
نئے نئے طریقہ اظہار مسرت کے تجویز کرتا تھا۔ بیگم کو باوجودیکہ ابھی تکلیف زچگی اور اوسکے ساتھ
حرارت بھی تھی لیکن وہ بھی سب اپنی خوشی کے آگے بھولی ہوئی تھین۔ یہ دھوم دھام دیکھکر
نہین معلوم کیون اُسوقت میرے قلب پر بجائے مسرت کے ایک وحشت و ملال کا ہجوم
ہوا جسکو مینے ظاہر نہین کیا لیکن فی الجملہ لوگون کو اظہار دھوم دھام سے مینے روک دیا
جسکو کوئی ماننے والا نہین تھا مگر تقدیر میری ہے خیال کی تائید پر آمادہ تھی اور قبل اسکے کہ
اظہار مسرت کا موقع اچھی طرح ملے بیگم کی علالت بڑھگئی۔ کچھ تکلیف ولادت اوسپر بخار حرارت
و درد سب نے ملکر ضعف بڑھا دیا پہلے تو یہ شکایتین معمولی سمجھی گیئن کہ تکلیف زچگی اور دودھ
اُترنے کیوجہ سے ہین لیکن بخار کی زیادتی سے لوگ گھبرائے طبیب کا اور اوسکے بعد ڈاکٹری
علاج ہوا۔ مسرت کی دھوم تو دب گئی لیکن دوسرے قسم کی دھوم کا سلسلہ شروع ہوا وہ بھی
رونق سے خالی نہ تھا۔ بقول غالب

ایک ہنگامہ پہ موقوف ہے گھر کی رونق　　　نوحہ غم ہی سہی نغمہ شادی نہ سہی

علالت و بیماری - اس زمانہ مین مین بار بار اور ہر اتوار جانے لگا یون تو کچھ حالت مرض
زیادہ خطرناک نہ معلوم ہوتی حرارت بھی تھوڑی رہتی ڈاکٹر بھی اطمینان دلاتے لیکن ضعف
زیادہ ہوتا جاتا آخر کسی طرح سے چھٹی کا غسل کر کے تبدیل جگہ کیگئی۔ ابھی تک کوئی مایوسی کی بات
نہین ہے لہذا گھر مین کچھ خوشی اور کچھ علالت کے تیمار دارانہ اہتمام سے ملی ہوئی دھوم بہت
پر لطف تھی لیکن زمانہ اس جھوٹی مسرت کو بھی دیکھ نہ سکا تھال کے چند زردہ کے چاولون
نے معدہ مین ایک قسم کا درد پیدا کیا اور پھر اوسپر حرارت کا اضافہ ہوا کہ باوجود ڈاکٹر صاحب کے
تمامتر کوشش کے بخار نہ گیا ہرچند وہ اطمینان دلاتے رہے لیکن اندیشہ بڑھتا گیا لیکن
کیا کیا جاتا ضعف کے سبب سے لکھنؤ یا الہ آباد آنا دشوار تھا لیکن مجبوری کہین بڑے مقام
پر لیجا کر علاج کرنیکی ضرورت ٹھہری اُن کے باپ کا ارادہ تھا کہ وہ راہ بریلی مین ٹھہر کر علاج

کرین بیگمی الہ آباد کو پسند کرتی تہیں مین ضعف کیوجہ سے دونون کو پسند نہ کرتا تہا لیکن آخر کار علاج کے خیال کیساتہہ
الہ آباد گئے کہ قیام مدام سمجھے ہوے سے الہ آباد انکا خیال اسقدر مستحکم کر دیا کہ وہ حالت بیہوشی مین بہی الہ آباد ہی کا
نام لیتی تہین اور یہان سے آنے اور ڈاکٹر کے علاج کرنیکی باتوتین اونکے مرض مین افاقہ معلوم ہوتا تہا کیسی ہی کرب
اور بے چینی مین ہون نام الہ آباد کا نام سنکر آنکہین کہولدیتی تہین اونکے اس شوق مستحب کو اسقدر مجبور کیا کہ مجہے آخر کار ۹ ر ستمبر ۱۹۱۵ء کو
یہ ٹیلیگرام ملا کہ ۱۱ ر ستمبر کو سب لوگ الہ آباد پہونچ جاینگے مناسب انتظام رکہا جاے کہان تو
آمد کا یہ اشتیاق کہان اسوقت مجہے اون کے ضعف سے عجیب وہم ہوا اوسوقت تو مینے
یہ خیال کیا کہ ایسے مریض کے لانے کے لئے خاص انتظام کی ضرورت ہے فرسٹ سکنڈ
کلاس کیطرح ریزرو کرائی جاے یہان مکان کا خاص انتظام ہسپتال مین ہو جسمین کچہ
وقت درکار تہا استخارہ کرکے مینے ایک قاصد بہیجکر ممانعت کی کہ دو ایک روز کا توقف
کیا جاے مین خاص انتظام کرتا ہون - اب خدا کی مرضی دیکہئے کہ وہان لوگ الہ آباد آنیکی
طیاری کر رہے تہے یکایک وہ اچہا خاصہ بچہ ام الصبیان مین مبتلا ہوا اور ۱۱ ر ستمبر ۱۹۱۵ء
کو انتقال کر گیا -

آخری حالت بیماری بیگمی کو اسکی اطلاع نہین ہونے پائی کہ یہ غم مرض مین اور
زیادتی کا باعث ہوگا لیکن جیسے جیسے اونکی حالت گرتی جاتی تہی ویسے ہی الہ آباد آنے
کا شوق ظاہر ہوتا جاتا تہا - یہ سب مجبوری دیکہکر راے بریلی سے لیڈی ڈاکٹر بلوائی
گئی اوسنے جو کچہ دیکہا سنا وہ خیر لیکن اوس سے جو بیگمی نے سوال کیا تہا وہ یہ تہا - کہ ہم
الہ آباد جا سکتے ہین یا نہین ؟ اور یہ خواہش اس درجہ بڑہی کہ جب بیمار پر سرسامی
حالت طاری ہو گئی تو وہ اپنا درد دکہہ سب بہول گئین بیخبری مین بہی صرف الہ آباد آنے
کی باتین جب تک زبان قابو مین رہی کرتی رہین - **شعر**

کسی کا سوز دل یون آٹہہ آٹہہ آنسو رولاتا ہے ✿ جلا پروانہ اکدم مین سحر تک شمع روتی ہے

۱۱ ستمبر ۱۹۱۵ء کو مجہے بچہ کے انتقال کا یکایک ٹیلیگرام ملا اور ۱۲ ر کو بیگمی کے نازک حالت کا
افتان و خیزان الہ آباد سے ۸ بجے شب کو گہر پہونچا تو تمام علاج و معالجہ کو بے سود تمامی

مسرت وامید کے دروازہ کو مسدود ہوتا ہوا پایا۔ اسی بنا پر روز مین اصلی مسرت کھونے کے بعد اس تیمارداری کے دلچسپ اگرچہ تکلیف دہ شغل کو بھی ہاتھ سے جاتے ہوئے دیکھا اُس نیک مخلوق کو دنیاوی افکار سے بیخبر پایا نہ کچھ اپنی فکر ہے نہ دوسرون کی پروا ہ نئے مکان مین رہنے کی خواہش نرالا آباد جانے کا شوق آنکھین کھلی ہوئی مگر کسی کو غلطیدہ نگاہ سے بھی نہین دیکھتین فقط سانس کی تیزی بتلا رہی ہے کہ دنیا سے جی اوٹھگیا۔

جلال سانس دم رحلت اُلٹی چلتی ہے　　　نہین سے پچھلے سے گم کردہ راہ دیکھتی ہین

دنیا سے جانے والے کی لئے تو آخری وقت نزع مین یہ حالت بیہوشی اچھی ہے کہ دل دُنیا کی حسرت و یاس کا مسکن نہین ہوتا کیونکہ زندگی کی مایوسیون یعنی دنیا کی اُمیدون کے ٹوٹنے کا بڑا جانکاہ صدمہ ہوتا ہے لیکن دیکھنے والون کے قلب پر علاوہ داغ جدائی کے اس بیکسی کا ملال بھی سوہان روح ہوتا ہے۔ لیکن عجیب سخت وقت ہے میرے نزدیک اپنی موت سے زیادہ کسی عزیز کی موت کا صدمہ ہے جو آنکھون کے سامنے ہو۔ ہائے وہ آرام جان جس سے زندگی کی لاکھون امیدین وابستہ تھین یون دم توڑ رہا ہے کچھ مدد نہین کر سکتے دنیا کے رنج و راحت کا شریک اسطرح بیرحمی سے چلا جا رہا ہے روک نہین سکتے۔ سب چارہ کار مفقود ہو چکے نہ اُسپر قابو نہ دل پر اختیار۔ مایوسی سے بھری ہوئی حسرت و یاس کے خیالات کی بدلیان اُمنڈتی آتی ہین آنکھون سے آنسو بنکر گرے پڑتے ہین اسی طرح دیکھتے دیکھتے ۸ بجے صبح کو وہ شمع حریم الفت دلبر داغ دیگر گل ہوگئی انا للہ و انا الیہ راجعون مشیت خدا مین بجز صبر کے کیا چارہ ہے۔ جو باتین خیال کرنا گوارا نہین وہ آنکھون سے دیکھنا تجہیز و تکفین کی ناگوار خدمتین کرنا اپنے ہاتھون سے سرمایہ مسرت زندگانی کو خاک مین دفن کرنا کسقدر حسرتناک امر ہے اور مشت خاک کو قبر مین

نہین چھپایا۔ اپنے آرام جان و مسرت زندگی کو دفن کر دیا۔ حقیقت ہین میرے دکھی حالت جاننے والے بہت تعجب کرتے ہین کہ مینے ان حادثات کو کیسے برداشت کیا لیکن میری نظر مین یہ دنیا ایک مقام مصیبت و بلا ہے جو یہان سے چھوٹ جاے وہ غم و فکر سے نجات پا جاتا ہے اسلئے تسکین ذرا اس خیال سے ہوتی ہے کہ ہمارا ایک ہم نشین قید حیات کے ساتھ بند غم سے چھوٹ گیا اگرچہ ہمارے لئے قید حیات مین اب قید تنہائی کی مصیبت کچھ اور زیادہ ہو گئی لیکن آخر کار انشاءاللہ عنقریب دونون سے نجات پانا ہے بقول غالب۔

قید حیات و بند غم اصل مین دونون ایک ہین　　موت سے پہلے آدمی غم سے نجات پاے کیون

خوش قسمت ہین وہ لوگ اور مبارک ہے وہ دن جو اس قید سے آزاد ہو کر عالم جاودانی مین چلا جاے جہان ضرور جانا اور ہمیشہ رہنا ہے جتنا جلد یہان سے نکل جائیگا اوسیقدر بار عصیان سے ہلکا پہونچیگا۔

بیگم کی خوش قسمتی مین کیا شبہہ ہو سکتا ہے کہ دنیا مین اگرچہ تھوڑے دن رہین مگر وہ سب تعلقات قائم کئے اور وہ سب حالتین دیکھین جو کوئی پچاس برس مین دیکھتا ہے اور نہایت معصوم زندگی بسر کر کے بہت کم گناہ ہونگا بوجہ نیکی اور خوش خلقی کے اچھے اعمال باپ کی محبت۔ میرا خلوص بچون کی محبت۔ اعزا کی اُلفت یگانونکی تعریف عام جاننے والون کا نیک خیال اپنے ساتھ لیکر دنیا سے گئین اور کوئی دنیا سے اس سے اچھا کیا لیجا سکتا ہے

رہا گر کوئی تا قیامت سلامت　　پھر اک روز مرنا ہے حضرت سلامت

قطعہ تاریخ جو مرحومہ کے مزار پر نصب ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بی بی دلی باندی بیگم بنت سید ارشاد حسین نقوی زوجہ مولوی سید مہدی الزمان نقوی

بعمر نوزدہ سال بتاریخ بست شوال ۱۳۳۲ھ بروز یکشنبہ مطابق ۱۲؍ستمبر ۱۹۱۴ء رحلت کرد۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اللہم ارحمہا واغفرلہا وادخلہا فی اعلیٰ علیین بحق محمد واہل البیت الطیبین الطاہرین۔ برحمتک یا ارحم الراحمین

جل رہے ہین سوز غم سے تیرے داغ	گل ہوا ہے ہر خانہ دل کا چراغ
خاک مین مہر محبت چھپ گیا	ماہ الفت دیگیا ہے دل پہ داغ
ہے کہان خورشید روائے چراغ دل	ڈھونڈھا ہے بخت سیہ لیکر چراغ
گلستان سرو صنوبر کیا ہوئے	ہائے کیا وحشت سرا ہے صحن باغ
باغبان وہ عندلیبین کیا ہوئین	چیختے ہین ہر طرف گلشن مین زاغ
ملگئے مٹی مین وہ نازک بدن	عطر گل سے جن کا برہم تھا دماغ
گھر ہے ویران ہم نفس کوئی نہین	ہمنشین یا آسیا ہے یا اجاغ
جلوہ جانان سے کیا معمور تھا	گھپ اندھیرے ہو رہے ہین بام وراغ
ہوکے خون آنکھون سے بہ جاتا کہین	اضطرار دل سے ہو جاتا فراغ
قطعہ تاریخ مہدی کیا کہی	دل نہ پہلو مین نہ قابو مین دماغ
سال ہجری قطع کرکے قلب صبر ۲	یاد جانان کے لیے ہین دل کے داغ
	۱۳۳۴-۲=۱۳۳۲
عیسوی تاریخ سے نکلے گا جی	یاد غم ہے صرف تصریف دماغ
کلبۂ احزان مین میرے کیون رہے	ہان میسر ہو جسے جنت کا باغ
	۵۶-۳۱۰+۱۱+۴۳+ ۱۴۷۷ء
	۱۳ = ۱۹۲۷= (۱۹۱۴

قطعہ تاریخ دیگر جسکا مادہ برادر معظم مولوی سید علی نیر صاحب مدظلہ نے نکالا تھا

لٹا دیا مرے گھر کو ہوائے دہر نے آہ
فلک نے کیسے دکھلائے ہیں صدمۂ جانکاہ

میں ناتوان یہ مرا قاب زار اے توبہ
ہجوم یاس و غم درد وہ خدا کی پناہ

قضا کے تیشہ سے کاٹا گیا ہے نخل مراد
گل حیات ہوا اپنا جل کے خاک سیاہ

مگر ہے یہ تری رحمت جو بخش دے مولا
چھپا چھپا کے خدایا بہت کئے ہیں گناہ

جو زندگی کا سہارا تھا ہائے وہ نہ رہا
جئے گا کب تلک اے مردہ دل بحال تباہ

جو دل نہ پاس ہو تو لطف زندگی کیا ہے
جو جان نہ ہو تو زمانہ میں کیا ہے اے اللہ

نہ دل میں جذب محبت نہ سر میں شوق جنون
نہ ہاتھ پاؤن میں طاقت نہ کوئی امن کی راہ

بڑھا نہ ہاتھ مرا دامن و گریبان سے
قبا حیات کی مضبوط دست غم کوتاہ

وہ شمع رو نہیں ہے روشن تھا جس سے خانۂ دل
ہے تیرگی شب غم کی کہ روئے بخت سیاہ

یہ داغ دل کے لئے دلکو داغ ہو زدن ہیں
ہے غم ہمارے لئے غم کو ہم خدا ہے گواہ

یہ واقعہ بھی ہے تاریخ غم بھی ہجری ہے
شب سیاہ رہی او بجھ گیا فروغ ماہ

۱۳۳۲ھ

تاریخ دیگر بزبان فارسی جسکا مادہ تاریخ برادر معظم مولوی سید علی نیر صاحب مدظلہ نے بھیجا

ناگہان دل ہا خرابات جہان
در خرابہ ہیچ مشتاقے نماند

ہمہ شد اے وائے قدح عمر ما
قطرۂ در جام غم باقی نماند

دور غم آخر نہ شد اے دور چرخ
این قدح بشکست و این ساقی نماند

سنہ ۱۳۳۲ھ